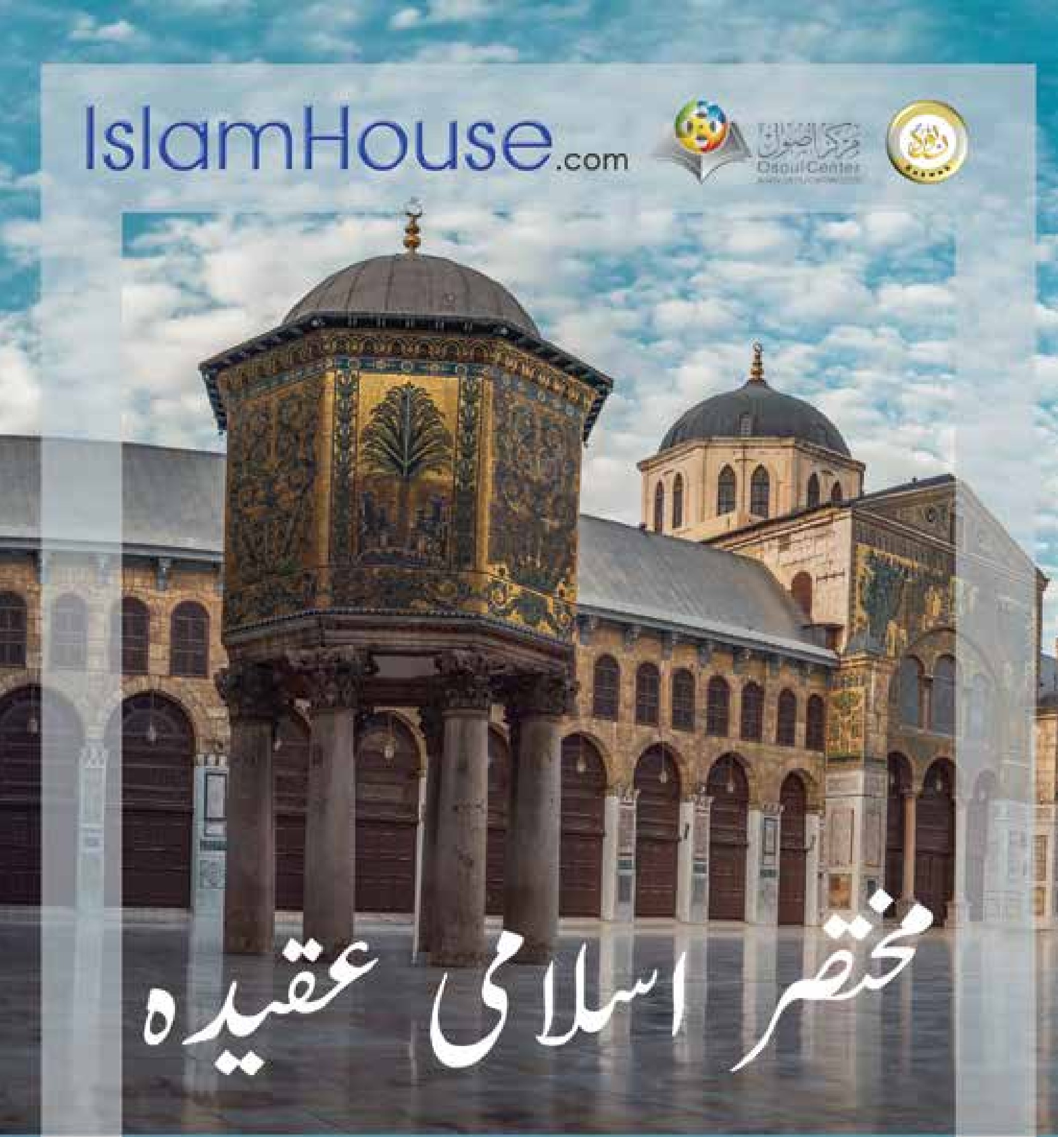

مختصر اسلامی عقیدہ

اِعداد

مرکز اُصول

ترجمہ

ابو اسعد قطب محمد الاثری

نظر ثانی

ذاکر حسین وراثت اللہ

فصول في العقيدة

إعداد

مركز أصول

ترجمة

قطب محمد الأثري

URDU

اردو

مركز أصول
Osoul Center
www.osoulcenter.com

أُعد هذا الكتاب وصمِّم من قبل مركز أصول، وجميع الصور المستخدمة في التصميم يملك المركز حقوقها، وإن مركز أصول يتيح لكل مسلم طباعة الكتاب ونشره بأي وسيلة، بشرط الالتزام بالإشارة إلى المصدر، وعدم التغيير في النص، وفي حالة الطباعة يوصي المركز بالالتزام بمعاييره في جودة الطباعة.

+966 11 445 4900
+966 11 497 0126
P.O.BOX 29465 Riyadh 11457
osoul@rabwah.sa
www.osoulcenter.com

بسم الله الرحمن الرحيم

پہلی فصل

اسلام کے بیان میں

اسلام اللہ کا وہ بے نظیر و منفرد دین ہے جس کے سوا اسے اپنے بندوں سے (چاہے وہ انسان ہوں یا جن) سے کوئی دوسرا دین منظور و مقبول نہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَمَن يَبۡتَغِ غَيۡرَ ٱلۡإِسۡلَٰمِ دِينٗا فَلَن يُقۡبَلَ مِنۡهُ ﴾ [آل عمران: ٨٥]

"اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا"۔ اللہ تعالی نے ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلۡإِسۡلَٰمُۗ ٱلَّذِينَ ﴾ [آل عمران: ١٩]

"بیشک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے"۔

اسلام تمام انبیاء کرام کا دین ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيۡهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدُونِ ﴾ [الأنبياء: ٢٥]

"تجھ سے پہلے جو بھی رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پس تم سب میری ہی عبادت کرو"۔

ایک دوسری جگہ قرآن میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿إِنَّآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ كَمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ نُوحٖ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعۡدِهِۦۚ وَأَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَإِسۡمَٰعِيلَ وَإِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَ وَٱلۡأَسۡبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيۡمَٰنَۚ وَءَاتَيۡنَا دَاوُۥدَ زَبُورٗا ١٦٣ وَرُسُلٗا قَدۡ قَصَصۡنَٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِن قَبۡلُ وَرُسُلٗا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَۚ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكۡلِيمٗا ١٦٤ رُّسُلٗا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةُۢ بَعۡدَ ٱلرُّسُلِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمٗا﴾ [النساء: ١٦٣-١٦٥]

”یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی ہے ، اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد وں پر اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف اور ہم نے داود کو زبور عطا فرمائی ☆اور آپ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کئے ہیں اور بہت سے رسولوں کے نہیں بھی کئے، اور موسی سے اللہ نے صاف طور پر کلام کیا ☆ہم نے انھیں رسول بنایا ہے خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اورالزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ پر رہ نہ جائے ،اللہ بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے“۔

اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد ﷺ سے ان تمام انبیاء یعنی نوح، ابراہیم، اسحاق، یعقوب، داود، سلیمان، ایوب، یوسف، موسی، ہارون، زکریا، یحیی، عیسی، الیاس، اسماعیل، یسع، یونس ولوط علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُۖ فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقۡتَدِهۡ﴾ [الأنعام: ٩٠]

"یہ ہی لوگ ایسے تھے جن کو اللہ نے ہدایت کی تھی، سو آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلئے"۔

اصول میں تمام انبیاء کا دین ایک ہے، اور چند ایک فروع کو چھوڑ کر وہ بھی متحد ہیں، صرف فروعات میں تبدیلیاں ہوتی ہیں، رہی بات اصل کی تو وہ کبھی نہیں بدلتے. بنی اسرائیل میں اللہ نے موسی اور عیسیٰ علیہما السلام کو مبعوث فرمایا، تو اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کردہ کتاب انجیل میں چند ہی ایسے احکام کو منسوخ کیا جو موسی علیہم السلام پر نازل کردہ کتاب توریت میں موجود تھے، عیسی علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

﴿وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيَّ مِنَ ٱلتَّوۡرَىٰةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعۡضَ ٱلَّذِي حُرِّمَ عَلَيۡكُمۡۚ وَجِئۡتُكُم بِـَٔايَةٖ مِّن رَّبِّكُمۡ فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُونِ﴾

[آل عمران : ٥٠]

"اور میں تورات کا تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے، اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم پر بعض وہ چیزیں حلال کروں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں، اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں، اس لئے تم اللہ سے ڈرو ،اور میری فرمانبرداری کرو"۔

موسی و عیسی علیہما السلام ایسے دو نبی ہیں جو ایک ہی امت میں بھیجے گئے تھے،

جبکہ فروعات میں وہ دونوں اختلاف کے شکار ہوئے تو بھلا ان کے علاوہ لوگ کیسے نہ اختلاف کے شکار ہوں گے۔

پھر ایسا ہوا کہ کوئی بھی شریعت تحریف کی دخل اندازی سے نہ بچ سکی، جیسا کہ اللہ سبحانہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ [آل عمران: ٧٨]

"یقینا ان میں ایسا گروہ بھی ہے جو کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبان مروڑتا ہے تاکہ تم اسے کتاب کی عبارت ہی شمار کرو، حالانکہ وہ در اصل کتاب میں سے نہیں، اور یہ کہتے بھی ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ در اصل اللہ کی طرف سے نہیں، وہ تو دانستہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں"۔ اوراللہ نے فرمایا:

﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ﴾ [النساء: ٤٦]

"بعض یہود کلمات کو ان کی ٹھیک جگہ سے ہیر پھیر کردیتے ہیں"۔

چنانچہ یہ تحریف عام انسان اوران کے حق تک رسائی کے درمیان 'جیسے اللہ نے چاہا' حائل ہوگئی، اور ان کی اصلاح و تصحیح کے لئے نئی نبوت کی ضرورت پڑی، تو اللہ تعالی نے نبوت محمد ﷺ کے ذریعہ اپنے دین حق کا اعادہ فرمایا، پس نہ اسلام ہے اور نہ کوئی دین حق ہے سوائے اس کے دین کے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴾ [آل عمران: ٨٥]

”جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا“۔

اور اللہ تعالی نے رسالت محمدی کو تمام امت کے لئے یکساں بنا دیا، چاہے وہ انسان ہوں یا جن، یا چاہے وہ عرب ہوں یا عجم، اور اس کی وضاحت قرآن میں اس طرح فرمادی:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ﴾ [سبا: ٢٨]

” ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے صرف خوشخبریاں سنانے والا اور دھمکانے والا بناکر بھیجا ہے“۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الأُمَّةِ يَهُودِيٌّ، وَلا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلاَّ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ».

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اس امت کا کوئی بھی فرد چاہے وہ یہودی ہو یا نصرانی، میرے بارے میں سنے اور میری شریعت پر ایمان لائے بغیر مر جائے، تو وہ جہنمی ہے“ (صحیح مسلم: ١٥٣)۔

اللہ تعالی نے خود ہی قرآن کریم کی تحریف و رد و بدل سے حفاظت فرما دی ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿ إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا ٱلذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ﴾ [الحجر: ۹]

”ہم ہی نے اس ذکر کو نازل فرمایا ہے، اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں“۔

دوسری فصل

اسلام کے متعلق مقصود الٰہی کی تفسیر و توضیح صرف اللہ ہی اپنی کتاب میں اور اپنے نبی محمد ﷺ کی سنت میں کر سکتا ہے، لوگوں میں اللہ کے نبی سے بڑھ کر کوئی عالی المرتبت نہیں، باوجود اس کے وہ اپنے رب کی جانب سے محض ایک مبلغ ٹھہرے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ﴾ [المائدة: ٦٧]

"اے رسول! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجئے"۔

اور نبی کی ذمہ داری اس کی تبلیغ کے ساتھ اس کا بیان و وضاحت بھی کرنا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَمَا عَلَى ٱلرَّسُولِ إِلَّا ٱلْبَلَـٰغُ ٱلْمُبِينُ ﴾ [النور : ٥٤]

"رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے"۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ نبی کی وضاحت بھی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿فَإِذَا قَرَأْنَـٰهُ فَٱتَّبِعْ قُرْءَانَهُۥ ﴿١٨﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُۥ﴾ [القيامة : ١٨-١٩]

"ہم جب اسے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں ☆پھر اس کا واضح کردینا ہمارے ذمے ہے"۔

سنت اللہ کی جانب سے اپنے نبی کی طرف ایک وحی ہے۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے:

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝٣ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴾ [النجم: ٣-٤]

"اور وہ نہ ہی اپنی خواہش سے کوئی بات کرتے ہیں ☆وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے"۔

یہی وجہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ سے کوئی سوال پوچھا جاتا اور اس کا جواب پہلے سے آپ کو اپنے رب کی طرف سے آگاہی ہوتی تو جواب دے دیتے، ورنہ آپ ﷺ وحی کا انتظار فرماتے۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے نبی کی فہم سے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ قریب ہیں، اور قرآن کے بارے میں ان کی فہم حجت ہے، باوجود اس کے اگر کسی نے یہ کہا: کوئی شخص اس دین میں اللہ کے سوا شریعت سازی میں حرام و حلال کی حیثیت سے مالک ہے، تو اس نے اللہ کے حکم میں اس شخص کو شریک و پاٹنر بنا دیا، اور یہ کہنا ایسا کفر و شرک ہے جس میں کسی کو ادنی اختلاف نہیں۔

اللہ تعالی اپنے کلام کا جو معنی بیان کرنا چاہتا ہے محض اسی کی خاطر اپنی کتاب نازل فرمائی، اور جس کا مرادو مقصود وہ خود ہی بیان فرماتاہے، یا

اس کی مخلوق میں سے وہ شخص بیان کر سکتا ہے جسے اس کی جانب سے اس کی اجازت حاصل ہے۔

قرآن میں دقت نظر رکھنے والا اس سے دو شرطوں پر استنباط کرسکتا ہے:

☆پہلی شرط: مفرد و مرکب (کا معنی) عربی زبان اور اس کی بناوٹ سے باہر نہ نکلے۔

☆دوسری شرط: صراحت کے ساتھ جو معنی قرآن سے ثابت ہو وہ اس کی مخالفت نہ کرے۔

چنانچہ اللہ کی طرف منسوب کی جانے والی ہر بات اللہ کی نہیں ہوتی، چنانچہ اہل کتاب (یہود و نصاری) گمراہ ہو گئے، کیونکہ انہوں نے استنباط میں تکلف سے کام لیا، محکم کو توڑ مروڑ کر کے پیش کیا تاکہ متشابہ کو محکم کا مخالف قرار دیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے اہل کتاب کے بارے میں فرمایا:

﴿وَإِنَّ مِنۡهُمۡ لَفَرِيقٗا يَلۡوُۥنَ أَلۡسِنَتَهُم بِٱلۡكِتَٰبِ لِتَحۡسَبُوهُ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنۡ عِندِ ٱللَّهِ وَمَا هُوَ مِنۡ عِندِ ٱللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلۡكَذِبَ وَهُمۡ يَعۡلَمُونَ﴾ [آل عمران: ٧٨]

”یقینا ان میں ایسا گروہ بھی ہے جو کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبان مروڑتا ہے، تاکہ تم اسے کتاب کی عبارت خیال کرو، حالانکہ در اصل وہ کتاب میں سے نہیں، اور یہ کہتے بھی ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ دراصل وہ اللہ کی طرف سے نہیں، وہ تو دانستہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں“۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ:

”وہ اپنی زبانوں سے کتاب ہی کو مروڑتا ہے“ دوسری چیز کو نہیں، تاکہ اس مروڑی ہوئی چیز کو کتاب کے بہت زیادہ قریب دیکھ کر اس کا حصہ سمجھ لو، جس کے نتیجہ میں وہ تمہیں گہرائی کے ساتھ گمراہ کر سکیں۔

تیسری فصل

اللہ کا حق

اللہ کا حق یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادتوں کا لائق تنہا اسی کو تسلیم کیا جائے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ﴾ [البقرة: ١٦٣]

"تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے"۔

اوردل و زبان اور اعضاء و جوارح کے اعمال میں اس کے ساتھ کسی غیر کو ساجھی نہ ٹھہرایا جائے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ [النساء: ٣٦]

"اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو"۔

شرک اکبر انسان کے کسی بھی نیکی کو باقی نہیں رہنے دیتا بلکہ اسے برباد کردیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [الزمر: ٦٥]

" یقیناً آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو بلا شبہ آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا، اور بالیقین آپ زیاکاروں میں سے ہوجائیں گے"۔

اللہ نے اس آیت میں اپنے نبی محمد ﷺ کو مخاطب کیا، تو بھلا ان کا کیا ہوگا جو آپ سے کمتر ہیں ؟۔

اللہ اپنے بندے کے شرک کو اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ﴾ [النساء : ٤٨]

"یقیناً اللہ اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو نہیں بخشتا، اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے"۔ اور ایک دوسری جگہ یوں فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَصَدُّواْ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ثُمَّ مَاتُواْ وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يَغْفِرَ ٱللَّهُ لَهُمْ ﴾

[محمد: ٣٤]

"جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے (اوروں کو) روکا، پھر کفر ہی کی حالت میں مر گئے (یقین کرلو) کہ اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا"۔

جس کی موت کفر پر ہو وہ جہنمی ہے، اللہ کا فرمان ہے :

﴿وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُوْلَٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَٰلُهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ ۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴾ [البقرة : ٢١٧]

”اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں، اور کفر کی حالت میں مریں ان کے اعمال دنیوی اور اخروی سب غارت ہو جائیں گے، یہ لوگ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے“۔ اور ایک دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَمَاتُواْ وَهُمۡ كُفَّارٌ أُوْلَٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةُ ٱللَّهِ وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ وَٱلنَّاسِ أَجۡمَعِينَ ﴾ [البقرة : ١٦١]

”یقیناً جو کفار اپنے کفر ہی پر مر جائیں، ان پر اللہ کی، فرشتوں کی، اور تمام لوگوں کی لعنت ہے“۔

بسا اوقات کافر اپنی زندگی میں لوگوں کے لئے نفع بخش ہوتا ہے، تو یہ ایسے ہی اللہ کی جانب سے مسخر کیا گیا ہے جیسے کہ دیگر بہت سی کائنات کی منفعتیں مسخر کی گئی ہیں ، مثلا سورج و چاند ، ہوااور بادل ، اوریہ تو لوگوں کے لئے کہیں زیادہ نفع بخش ہیں ،کیوں کہ حقیقت میں اللہ کے انکار ہی پر کفر واقع ہوتا ہے فطرت کے انکار پر نہیں، اورسزا بھی حق الٰہی کے انکار پر واقع ہوتی ہے ،حق فطرت کے انکار پر نہیں ۔

چوتھی فصل

ایمان اور کفر کا بیان

ایمان اور کفر دو اسم ہیں ، اوران دونوں کا حکم صرف اللہ ہی نازل فرماتا ہے، چنانچہ اللہ کی بیان کردہ دلیل و حجت ہی کی بنا پر کسی کی تکفیر کی جاسکتی ہے، اس روئے زمین پر لوگ دو ہی قسم کے ہیں ، ان کی تیسری کوئی قسم نہیں : اہل ایمان اور اہل کفر۔ اسی کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

﴿هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَكُمۡ فَمِنكُمۡ كَافِرٞ وَمِنكُم مُّؤۡمِنٞ﴾ [التغابن: ٢]

"اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے سو تم میں سے بعض تو کافر ہیں اور بعض ایمان دار ہیں"۔

اور ان دونوں کے احکام وہی ہیں جنہیں اللہ نے اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت میں نازل فرمایا ہے۔

منافقین کون؟

☆منافقین یا تو وہ کفار ہیں جو کفر کو چھپا رکھے ہیں اور اللہ پر، اس کی کتاب پر، اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والے شخص کی طرح اپنا ایمان ظاہر

کرتے ہیں، حالانکہ اندر سے ان تمام کی تکذیب کرتے ہیں، شریعت میں اسی کو نفاق اکبر کہتے ہیں۔

☆ یا تو منافقین ایسے مسلمان ہیں جنھوں نے معصیت و نافرمانی چھپا رکھی ہے، اوراس شخص کی طرح اطاعت کا اظہار کرتے ہیں جو غداری چھپار کھی ہو، اور عہد وفا کا اظہار کرتا پھرتا ہو ،اور کذب کو چھپا رکھا ہو اور صدق گوئی کو آشکارا کرتاہو، اسے شریعت میں نفاق اصغر کہا جاتا ہے، اور منافق کے ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ کیا جائے گا۔

☆اصل میں مؤمن کا مال اور خون حرام ہے، اور کافر کا مال وخون حلال ہے، لیکن یہ حکم مطلقا نہیں ہے، کیوں کہ بسا اوقات عہد و پیمان، محدود وقت کے لئے حفظ وامان، یا جزیہ دے کر سکونت اختیار کرنے کے سبب سے کافر کے مال وخون محفوظ ہوتے ہیں۔ اور وہیں مؤمن اپنے گناہ -جیسے قتل، شادی شدہ حالت میں زنا- کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے۔

جسے اللہ اور اس کے رسول کافر قرار دیں وہی کافر ہو گا،اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

☆اللہ کو یا اللہ کے نبی محمد ﷺ کو جھٹلانے والا۔

☆اللہ اور اس کے نبی کا استہزاءومذاق اڑانے والا،اس کی وضاحت اللہ نے قرآن کریم کی اس آیت میں یوں فرمائی ہے:

﴿قُلْ أَبِاللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا۟ قَدْ

كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَـٰنِكُمْ ۚ إِن نَّعْفُ عَن طَآئِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِأَنَّهُمْ كَانُوا۟ مُجْرِمِينَ ﴾ [التوبة: ٦٥-٦٦]

”کہہ دیجیے کہ اللہ، اس کی آیتیں اوراس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں☆تم بہانے نہ بناؤ، یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہوگئے، اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگزر بھی کرلیں تو کچھ لوگوں کو سنگین سزا بھی دیں گے کیونکہ وہ واقعی مجرم ہیں“۔

☆اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کی اور ان دونوں کی فرمانبرداری اختیار نہ کی۔

☆اسلام کے بعض قطعی (واضح) احکام کا انکار کر بیٹھا۔

☆اللہ پر جھوٹ باندھا، اس کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

﴿ إِنَّمَا يَفْتَرِى ٱلْكَذِبَ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِـَٔايَـٰتِ ٱللَّهِ ۖ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَـٰذِبُونَ ﴾ [النحل: ١٠٥]

”جھوٹ افتراء تو وہی باندھتے ہیں جنہیں اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں ہوتا، یہی لوگ جھوٹے ہیں“۔ اورایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِٱلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُۥٓ ۚ أَلَيْسَ فِى جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَـٰفِرِينَ ﴾ [العنكبوت: ٦٨]

”اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا ؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا جب حق اس کے

پاس آجائے، وہ اسے جھٹلائے، کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہ ہوگا؟"۔اس آیت میں ظلم کی تفسیر کفر سے کی گئی ہے۔

☆کوئی عبادت غیر اللہ کی طرف پھیر دیا، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَمَن يَدۡعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ لَا بُرۡهَٰنَ لَهُۥ بِهِۦ فَإِنَّمَا حِسَابُهُۥ عِندَ رَبِّهِۦٓۚ إِنَّهُۥ لَا يُفۡلِحُ ٱلۡكَٰفِرُونَ ﴾ [المؤمنون : ١١٧]

"جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے، بیشک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں"۔

برابر ہے چاہے:

☆اس کی عبادت خالص غیر اللہ کے لئے تھی، یا دوسرے معبودوں کو واسطہ بنایا، کیوں کہ یہ سب کفر ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَيَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمۡ وَلَا يَنفَعُهُمۡ وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِۚ قُلۡ أَتُنَبِّـُٔونَ ٱللَّهَ بِمَا لَا يَعۡلَمُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِي ٱلۡأَرۡضِۚ سُبۡحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشۡرِكُونَ ﴾ [يونس : ١٨]

"اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں، اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ کو

معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں ، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے"۔

☆یا جو اختیار و حق صرف اللہ کا تھا وہ غیر اللہ کے لئے بنا دیا، مثلا شریعت سازی اور فرمانروائی اللہ کا حق ہے، وہی حلال و حرام کرتا ہے، اور یاد رہے کہ قانون سازی اور فرمانروائی کانام اللہ نے عبادت رکھا ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿ إِنِ ٱلۡحُكۡمُ إِلَّا لِلَّهِۚ أَمَرَ أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ ﴾ [يوسف : ٤٠]

"فرمانروائی صرف اللہ ہی کی ہے ، اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو"۔

☆یا اللہ کے سوا غیر کے لئے علم غیب کا دعوی کیا، جیسے جادو، ستاروں کا علم (جوتش)، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ قُل لَّا يَعۡلَمُ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ٱلۡغَيۡبَ إِلَّا ٱللَّهُ ﴾ [النمل: ٦٥]

"کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا "۔

☆یا غیر اللہ کے لئے پیدا کرنے کی صلاحیت اور، کائنات اور موت و حیات میں تصرف کا گمان کر بیٹھے، اللہ کا فرمان ہے :

﴿ أَمۡ جَعَلُواْ لِلَّهِ شُرَكَآءَ خَلَقُواْ كَخَلۡقِهِۦ فَتَشَٰبَهَ ٱلۡخَلۡقُ عَلَيۡهِمۡۚ قُلِ ٱللَّهُ خَٰلِقُ كُلِّ شَيۡءٖ وَهُوَ ٱلۡوَٰحِدُ ٱلۡقَهَّٰرُ ﴾ [الرعد: ١٦]

"کیا جنہیں یہ اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں انھوں نے بھی اللہ کی طرح مخلوق پیدا کی ہے کہ ان کی نظروں میں پیدائش مشتبہ ہو گئی ہو، کہہ دیجیے کہ صرف اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے، وہ اکیلا ہے اور زبردست غالب ہے"۔

☆اسی طرح مؤمنوں کو چھوڑ کر کافروں سے محبت و نصرت کے پیش نظر دوستی کرلی، اللہ نے فرمایا:

﴿ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ ﴾ [المائدة: ٥١]

"تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے بیشک وہ انھیں میں سے ہے"۔

اور ایسا شخص جسے اسلام کی معرفت کے حصول پر قدرت حاصل ہوئی، اور اس نے اسے گنوادیا، اور اپنی پسند سے اس کا سرمو انحراف کیا، تو وہ کافر ہے، گرچہ وہ فی الواقع جاہل ہی ہو، کیونکہ اس کا شمار ایسے جاہلوں میں ہے جسے اپنی جہالت ختم کرنے کی قدرت حاصل ہوئی اور اس نے اس جہالت کو ختم نہ کیا، اسی بنا پر اللہ نے مشرکین کے متعلق فرمایا:

﴿ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ٱلْحَقَّ فَهُم مُّعْرِضُونَ ﴾ [الانبياء: ٢٤]

"بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے، پس اسی وجہ سے وہ منھ موڑے ہوئے ہیں"۔

اللہ نے بیان کیا کہ بلا شبہ وہ جاہل ہیں لیکن اپنی مرضی سے۔ اور ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ عَمَّآ أُنذِرُواْ مُعۡرِضُونَ ﴾ [الأحقاف: ٣]

”اور کافرلوگ جس چیز سے ڈرائے جاتے ہیں منھ موڑ لیتے ہیں“۔

انسان کے حق کی تفاصیل کی عدم معرفت کی وجہ سے حق سننے کے وقت منھ موڑ لینا کوئی عذر نہیں ہے، بلکہ یہی تو بہت سی گمراہ امتوں کا وطیرہ تھا کہ حق بات سنتے تو خود جاہل شو کرکے اس کی تفاصیل سے منھ موڑ لیتے۔

شریعت و کائنات کے براہین کی پروانہ کرنا، اور اس سے بے اعتنائی برتنا بیشتر کفار کی عادت تھی، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَكَأَيِّن مِّنۡ ءَايَةٖ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ يَمُرُّونَ عَلَيۡهَا وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُونَ ﴾ [يوسف: ١٠٥]

”آسمانوں و زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن سے یہ منھ موڑے گذر جاتے ہیں“۔ اور ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

﴿ بَلۡ أَتَيۡنَٰهُم بِذِكۡرِهِمۡ فَهُمۡ عَن ذِكۡرِهِم مُّعۡرِضُونَ ﴾ [المؤمنون: ٧١]

”حق تو یہ ہے کہ ہم نے انھیں ان کی نصیحت پہنچادی ہے لیکن وہ اپنی نصیحت سے منھ موڑنے والے ہیں“۔

کچھ علم کے ہوتے ہوئے اعراض کرنے سے لوگوں کے باہمی حقوق ساقط نہیں ہوتے تو بھلا تفصیلی علم نہ ہونے کے بہانے سے حق الہی کیونکر ساقط ہوگا؟۔

عقل اگر اللہ کی نشانیوں کے پاس ٹھہر کر اس میں تامل نہ کرے تو ان نشانیوں کے چند مقاصد اس سے فوت ہو جاتے ہیں، اتنا ہی جتنا کہ ان نشانیوں کے پاس سے عجلت میں گذرنے والوں سے فوت ہوتے ہیں، تو اس سے ادنی فائدہ بھی نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر وہ نشانیاں روز روشن کی طرح عیاں ہوں جنہیں ہماری نگاہیں ہر دن دیکھ رہی ہوں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَجَعَلْنَا ٱلسَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا ۖ وَهُمْ عَنْ ءَايَـٰتِهَا مُعْرِضُونَ ﴾ [الأنبياء: ٣٢]

”آسمان کو محفوظ چھت بھی ہم ہی نے بنایا ہے لیکن لوگ اس کی قدرت کے نمونوں پر دھیان ہی نہیں دھرتے“۔

انسان اپنے گمان کی وجہ سے اس غلطی کا شکار ہو رہا کہ تفاصیل حق سے منھ موڑ کر، اور اسے اپنے پس پشت چھوڑ کر اس سے جڑی ہوئی چیزوں سے در گذر کر دیا جائے گا۔

تفاصیل حق سے منھ موڑنے کی وجہ:

تفاصیل حق سے روگردانی کی وجہ یا تو اس کا تکبر و غرور ہے، یا سیر و تماشا ہے، یا تو پھر عیش و عشرت ہے،یہی وجہ کہ جب اس پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے تو اس کے گھمنڈ چکنا چور ہو جاتے ہیں، اور اس کی عیش و عشرت ملیا میٹ ہو جاتی ہے، پھر تو حق بڑی شفافی کے ساتھ نظر آنے لگتا ہے، اور وہ اس کی طرف پلٹ آتا ہے۔

پانچویں فصل

ایمان کی تعریف

قول، عمل اور اعتقاد یہ تینوں مل کر ایمان کہلاتے ہیں، اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ صلاۃ مغرب کی تین رکعت ہے، اگر ان میں سے ایک رکعت کم ہو جائے تو اسے مغرب نہیں کہا جاسکتا، اسی طرح ایمان کے قول و عمل اور اعتقاد میں سے ایک کم ہو جائے تو اسے ایمان نہیں کہا جاسکتا۔

قول، عمل اور اعتقاد کی حقیقت

ان تینوں - جن میں سے کسی ایک کا انکار کرنے سے ایمان معدوم ہو جاتا ہے - کی حقیقت وہ ہے جسے محمدی شریعت نے خاص کیا ہو۔

پس اعتقاد کا مطلب: لوگوں کے حق میں بھلائی کی چاہت اور خیانت سے گریز اعتقاد کا یہ مراد و مقصود نہیں، کیونکہ انسانی فطرت کے تقاضے کی بنیاد پر بیشتر لوگوں کا میلان اس پر غماز ہے، حالانکہ وجود خالق پر ان کا ایمان نہیں ہوتا، اس لئے اعتقاد کا صحیح مفہوم دل کا قول اور دل کا عمل ہے۔

دل کے قول کا مطلب: اس بات کی تصدیق کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی

معبود برحق نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے جو بھی لائے ہیں وہ حق ہے۔

دل کے عمل کا مطلب: اللہ سے محبت ، اللہ کے نبی سے محبت، دین اسلام سے محبت، اور اللہ اور اس کے رسول جن چیزوں سے محبت کریں ان تمام چیزوں سے محبت، جملہ عبادتوں میں اخلاص و للّٰہیت۔

دل کا قول بھلائی کے عام الفاظ تک ہی محدود نہیں: مثلا سچی بات کرنا، والدین کے ساتھ نرمی سے بات کرنا، لوگوں سے علیک سلیک کرنا، بھٹکے شخص کی رہنمائی کرنا، کیوں کہ یہ وہ باتیں ہیں جسے ہر نفس چاہتا ہے، گرچہ وہ اللہ اور اس کے وجود کا منکر ہو، لہذا قول کا مقصود صرف وہ ہے جسے رسالت محمدی نے خاص کیا ہے، جس کا اعلی درجہ شہادتین (أشهد أن لا إله إلا الله،وأشهد أن محمدا رسول الله) پڑھنا ، اور تسبیح (سبحان الله) پڑھنا، اور تکبیر (الله أكبر) پڑھنا۔

دل کا عمل نیکی کے عام اعمال تک ہی محدود نہیں: مثلا والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا، محتاج کو کھانا کھلانا، مظلوم کی مدد کرنا، مہمان کی مہمان نوازی کرنا،یہ وہ نیکی کے کام ہیں جن کی طرف بلا ایمان والے دل بھی مائل ہوتے ہیں، لہذا دل کے عمل سے مقصود صرف وہ عمل ہے جس سے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے باخبر کیا ہے، مثلا نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا، حج کرنا وغیرہ۔

نیکی کے وہ کام جن میں تمام آسمانی پیغامات مشترک ہیں، اور فطرت انسانی بھی اس پر گواہ ہے، جیسے: لوگوں کی بھلائی چاہنا ، سچی بات کرنا، والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، فقیر کو کھانا کھلانا ، تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹانا وغیرہ، یہ ایسے امور ہیں جن کی اخلاص کے ساتھ بجا آوری میں ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن ان کے نہ کرنے سے ایمان کی نفی نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس کے پائے جانے سے ایمان کا پایا جانا لازمی ہوتا، ان سے تو صرف اتنا ہی پتہ چلتا ہے کہ فطرت صحیح ہے، اور جس انسانیت پر انسان کی تخلیق ہوئی ہے وہ بدلتی نہیں ہے، اور یہ قبول حق سے انتہائی قریب ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے اس آیت میں واضح فرمایا:

﴿ فِطْرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِى فَطَرَ ٱلنَّاسَ عَلَيْهَا ﴾ [الروم: ٣٠]

"اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے"۔

ایمان گھٹتا، بڑھتا، اور زائل ہوتا ہے،فرمانبرداری سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، نافرمانی سے ایمان میں کمی آتی ہے، اور کفر وشرک کے ارتکاب سے ایمان مٹ جاتا ہے ، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے :

﴿ إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴾ [الأنفال:٢]

"بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں، اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان

کے ایمان کو زیادہ کر دیتی ہیں، اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں"۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا:

﴿ وَيَزْدَادَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِيمَٰنًا ﴾ [المدثر :٣١]

"اور ایمان دار ایمان میں بڑھ جائیں"۔ اور ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ هُوَ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ ٱلْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوٓاْ إِيمَٰنًا مَّعَ إِيمَٰنِهِمْ ﴾

[الفتح :٤]

"وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون ڈال دیا تاکہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں"۔

کفر کے بعد ایمان چند امور سے ہی ثابت ہوگا

☆دل کے قول کے ساتھ اعتقاد: اس کا مطلب ہے رسالت کا دل سے تصدیق کرنا۔

دل کے عمل کے ساتھ اعتقاد: اس کا مطلب ہے دل سے اللہ اوراس کے رسول سے محبت کرنا، اوران تمام چیزوں سے محبت کرنا جن سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں۔

☆زبان سے اِقرار کرنا۔

☆أعضاء و جوارح سے عمل کرنا۔

جس شخص نے دل سے تصدیق کی اور زبان سے کہنے پر قادر ہوا لیکن زبان سے اِقرار نہیں کیا تو وہ مؤمن نہیں۔

جس شخص نے دل سے تصدیق کی اور زبان سے اقرار کیا، اور اس عمل کے کرنے پر قادر ہوا جسے شریعت محمد ﷺ نے خاص کیا ہے لیکن اس پر عمل نہ کیا، تو وہ مؤمن نہیں۔

اور جس شخص نے نطق کا یا عمل کا ارادہ کیا لیکن اس کی طاقت نہ پایا تو اس کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة:٢٨٦]

”اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا“۔

﴿لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَآ ءَاتَىٰهَا﴾ [الطلاق:٧]

”کسی شخص کو اللہ تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی طاقت اسے دے رکھی ہے“۔

جب کوئی مسلمان اپنے ایمان - چاہے وہ قولی ہو یا فعلی یا عملی - کے منافی امور کا شکار ہو جاتا ہے، تو اس کا پورا ایمان ہی زائل ہو جاتا ہے، کیونکہ قول، عمل اور اعتقاد ان تینوں کے مجموعے کا نام ایمان ہے، جیسے تین رکعتوں کا نام مغرب ہے، اگر کوئی نمازی ان تینوں رکعتوں میں سے کسی ایک رکعت کے توڑنے کا یا اسے باطل کرنے والے عمل کا ارتکاب کر بیٹھا تو اس کی وجہ سے اس کی پوری نماز باطل ہو جاتی ہے، گرچہ اس کی باقی رکعتوں کو اس نے بلا کسی باطل کرنے والے عمل کے ساتھ صحیح انداز میں ادا کیا ہو۔

اور یہ مسئلہ سابق مسئلہ - (یعنی کہ اطاعت وفرماں برداری سے ایمان بڑھتا ہے، اور معصیت ونافرمانی چاہے چھوٹی ہو یا بڑی اس سے ایمان گھٹتا ہے- کے منافی نہیں ہے۔ جیسا کہ نماز کوباطل کرنے والے اعمال میں سے کسی ایک کے کرنے سے پوری نماز کا باطل ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ نیک عمل -جیسے لمبا قیام، خشوع خضوع اور تلاوت- سے اس میں زیادتی ہوتی ہے۔ اور منع کردہ چیزوں -جیسے آسمان کی طرف تاکنا اور کتوں کی طرح اپنے بازو کو پھیلانا وغیرہ- سے اس میں کمی آتی ہے، پر اسے باطل نہیں کرتی ہے۔

لہذا ایمان کے منافی و مخالف امور وہی ہیں جنہیں اللہ او راس کے رسول بتائیں ، اور نماز کو باطل کرنے والی چیزیں وہی ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے متعین کیا ہے ، اور یہ حق کسی اور کو حاصل نہیں۔

چھٹی فصل

اللہ کے اسماء و صفات کے بیان میں

اللہ کے بلند وبالا صفات (خوبیاں) ہیں، اور اس کے خوبصورت اسماء (نام) ہیں، اللہ کی ذات کے متعلق اس سے زیادہ کوئی نہیں جانتا، اس لئے اس کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کے مطابق ہم ان تمام چیزوں کی نفی کرتے ہیں جو اس کی ذات کے لئے سزاوار نہیں جس کی نفی اس نے خود کی ہے، اور ان تمام چیزوں کو ثابت کرتے ہیں جو اس کی ذات کے شایان شان ہیں، جنہیں اس نے خود ثابت کیا ہے، اور ہم اس کی ذات کے مخالف ہر چیز کی نفی کرتے ہیں، اور اسے اجمالی طور پر بیان کرتے ہیں، اور ہم اس کے لئے ہر معنی کمال کو ثابت کرتے ہیں ، اور اسے مفصل بیان کرتے ہیں، اور ہم اس کی کیفیت کی تعیین نہیں کرتے، اور نہ ہی اسے کسی کے مشابہ و مثل قرار دیتے۔

اور جس نے اللہ کی ذات میں نقص تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے ہم اللہ کی ذات سے اس نقص کی نفی تفصیل سے بیان کریں گے، جیسا کہ اللہ نے اپنی ذات سے بیوی اور اولاد کی نفی کی ہے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُۥ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُۥ صَٰحِبَةٌ ﴾ [الأنعام:١٠١]

"اللہ کے اولاد کہاں ہو سکتی ، حالانکہ اس کی بیوی ہی نہیں"۔

اوراللہ کا فرمان ہے:

﴿ لَمۡ يَلِدۡ وَلَمۡ يُولَدۡ ﴾ [الإخلاص:٣]

”نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا“۔

اور اللہ نے اپنی ذات سے بخل کی نفی فرمائی جسے اللہ کے لئے یہود نے بیان کیا تھا، اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَقَالَتِ ٱلۡيَهُودُ يَدُ ٱللَّهِ مَغۡلُولَةٌۚ غُلَّتۡ أَيۡدِيهِمۡ وَلُعِنُواْ بِمَا قَالُواْۘ بَلۡ يَدَاهُ مَبۡسُوطَتَانِ ﴾

[المائدة:٦٤]

”اور یہودیوں نے کہا کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، اور ان کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، بلکہ اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں“۔

وحی الٰہی میں جو بھی آیا ہے ہم اسے ویسے ہی عمل میں لائیں گے، جیسے کہ اسماء وصفات کے متعلق جو آیا ہے ہم اس کی حقیقت کو ہوبہو ویسے ہی ثابت کریں گے، اور ہم اس کے بیان کردہ بعض آثار کو بھی شامل کریں گے لیکن اس سے آگے نہیں بڑھیں گے، واضح رہے کہ اللہ کی ذات جیسی کوئی چیز نہیں، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٌۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ ﴾ [الشورى:١١]

”اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سننے اور دیکھنے والا ہے“۔

اور کسی بھی چیز پر اللہ کی صفات کا قیاس کرنا ہمارے لئے جائز نہیں

،کیونکہ قیاس میں فرع اور اصل کا پایا جانا ضروری ہے، اور اللہ کی ذات تو وہ ہے جو تنہا ہے اور اس کی کوئی مثال نہیں ، اور نہ تو اس کی کوئی فرع ہے جو اسے ادنی بنادے اور نہ ہی اس کی کوئی اصل ہے جو اسے اعلی بنادے، وہ اکیلا ہے، بے نیاز ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا، اورنہ ہی وہ کسی سے پیدا ہوا ، اورنہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے ۔

انسانی عقول ایسے آلے ہیں جنہیں اللہ نے پیدا کیا ہے جو اپنے غور و فکر اور مشاہدے کی بناپر سن کر اندازہ لگاتے ہیں،فرض کریں اللہ کی ذات کے متعلق عقول خبریں سنتے ہیں، اور اس سے پہلے ان عقول نے اللہ کا مشاہد ہ نہیں کیا ہے، تو یہ عقول اس قریب ترین مثال پر جس کا انہیں مشاہدہ ہےاس پر قیاس کرنے لگتی ہیں، اور ہر عقل کا تصور اس کے متعلق وہی ہو گا جو اس نے اپنے ماقبل دیکھا ہو گا ، اور اس کی وہی کیفیت متعین کرے گی جس کا اس نے مشاہدہ کیا ہو گا ، اور حال تو یہ ہے کہ تمام عقول میں اللہ کی کوئی مثال ہی نہیں ہے، چنانچہ نہ تو اللہ کے کسی اسم کی اور نہ ہی اس کی کسی صفت کی اس برے مثال کی وجہ سے نفی کریں جو ذہنوں میں جاگزیں ہوئیں کہ ہم اللہ کی صفت اور اس کے اسم کی نفی کے ساتھ اس کی نفی کرنا چاہیں اور اور باطل قیاس کی نفی میں اور صحیح خبر کی تکذیب میں واقع ہو جائیں ، لیکن ہم اس برے معنی کی نفی کریں جو دلوں میں گھر کر گئی ہے ، اور ان اوصاف اور اسماء کو اللہ کے لئے ثابت کریں جسے خود اس نے اپنے لئے بیان کیا ہے، اور پھر توقف کریں ،جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِۦ عِلْمًا ﴾ [طه: ١١٠]

"جو کچھ ان کے آگے پیچھے ہے اسے اللہ ہی جانتا ہے، مخلوق کا علم اس پر حاوی نہیں ہو سکتا"۔ دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ لَّا تُدْرِكُهُ ٱلْأَبْصَٰرُ وَهُوَ يُدْرِكُ ٱلْأَبْصَٰرَ ۖ وَهُوَ ٱللَّطِيفُ ﴾

[الأنعام: ١٠٣]

"نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں، جب کہ وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، اور وہی بڑا باریک بیں با خبر ہے"۔

اللہ تعالی آسمان میں اپنے عرش پر مستوی ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿هُوَ ٱلْأَوَّلُ وَٱلْءَاخِرُ وَٱلظَّٰهِرُ وَٱلْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣﴾ هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى ٱلْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنزِلُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ [الحديد: ٣-٤]

"وہی اول ہے وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے وہی مخفی ہے، اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے ☆ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہو گیا، وہ جانتا ہے اس چیز کو جو زمین میں جائے اور جو اس سے نکلے، اور جو آسمان سے نیچے آئے اور جو کچھ چڑھ کر اس میں جائے، اور جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے، اور جو تم کر رہے ہو اللہ دیکھ رہا ہے"۔

مذکورہ آیت میں اللہ نے خود اپنے لئے استوا کو اور ہر چیز کے متعلق

اپنے علم کو ثابت کیا، بندوں کے ساتھ اپنی معیت کی خبر دی کہ وہ اپنے علم اور سمع و بصر کے ساتھ ان کے ساتھ ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ [الحديد : ٤]

" اور جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے "۔

اور ایسے ہی وہ اپنی نصرت و تائید اور حفاظت کے ساتھ اپنے ولیوں کے ساتھ ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ نے موسی و ہارون سے فرمایا:

﴿ قَالَ لَا تَخَافَا إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ﴾ [طه : ٤٦]

" جواب دیا تم دونوں خوف نہ کرو، میں اب تمہارے ساتھ ہوں، اور سنتا دیکھتا رہوں گا"۔

اور اللہ کی کامل اور ہر چیز کو شامل مشیّت ہے، وہ جو چاہے وہی ہوتا ہے، اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہوتا ہے، اور اللہ کی مشیّت کو ہم ایسے ہی ثابت کرتے ہیں جیسا کہ اس نے اپنی ذات کے لئے ثابت کیا ہے، اس سے بڑھ کر ہم کسی چیز کے چکر میں نہیں پڑتے، جیسا کہ نیچریوں کا شیوہ ہے کہ وہ محال اور مخالف و متضاد چیزوں کے درمیان جوڑ توڑ کے چکر میں لگے رہتے ہیں، اور اپنی مشیئت کے بارے میں مختلف آیتوں میں اللہ نے یوں فرمایا:

﴿قَالَ كَذَٰلِكَ ٱللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴾ [آل عمران: ٤٠]

"فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہے کرتا ہے"۔

اللہ نے اور فرمایا:

﴿وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَفۡعَلُ مَا يُرِيدُ ﴾ [البقرة: ٢٥٣]

”اور لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے“۔

اللہ نے فرمایا:

﴿ذُو ٱلۡعَرۡشِ ٱلۡمَجِيدُ ﴿١٥﴾ فَعَّالٞ لِّمَا يُرِيدُ﴾ [البروج: ١٥-١٦]

”عرش کا مالک عظمت والا ہے ☆جو چاہے اسے کر گذرنے والا ہے“۔

نص وحی سے جو بھی ثابت ہوا ہے ہم اللہ کے لئے وہی ثابت کرتے ہیں، اور اس کے سوا جو بھی ہیں ہم اس سے توقف کرتے ہیں، اور جن نقائص کی نفی عقل کی وضاحت سے ہوتی ہے گرچہ نص سے اسے نامزد نہیں کیا گیا ہے جیسے حزن و ملال، رونا دھونا، بھوک وغیرہ تو بھی ہم اس کی نفی کرتے ہیں۔

❁ ❁ ❁

ساتویں فصل

قرآن اللہ کا کلام ہے، اور اللہ نے اس کے حروف، آیات اور سورتوں کے ساتھ حقیقت میں گفتگو کی ہے، اور ہم یہ نہیں کہیں گے کہ وہ کسی معنی کی عبارت ہے، اور نہ ہی وہ اس کی حکایت ہے، بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ جب وہ چاہے ہمیشہ گفتگو کرنے والا ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكۡلِيمٗا ﴾ [النساء : ١٦٤]

”اور موسی سے اللہ نے صاف طور پر کلام کیا“۔

ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَلَمَّا جَآءَ مُوسَىٰ لِمِيقَٰتِنَا وَكَلَّمَهُۥ رَبُّهُۥ ﴾ [الاعراف : ١٤٣]

”اور جب موسی ہمارے مقرر کردہ وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام کیا“۔

اور اللہ کا کلام وہی اس کا قول ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَٱللَّهُ يَقُولُ ٱلۡحَقَّ ﴾ [الأحزاب: ٤]

”اللہ حق بات فرماتا ہے“۔

اللہ کا کلام وہ ہے جسے سینے محفوظ کرتے ہیں جیسے کہ اللہ نے فرمایا:

﴿بَلۡ هُوَ ءَايَٰتُۢ بَيِّنَٰتٞ فِي صُدُورِ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ﴾ [العنكبوت: ٤٩]

”بلکہ یہ (قرآن) تو روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں“۔

اللہ کا کلام وہ ہے جو کانوں سے سنے جاتے ہیں، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَإِنۡ أَحَدٞ مِّنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ٱسۡتَجَارَكَ فَأَجِرۡهُ حَتَّىٰ يَسۡمَعَ كَلَٰمَ ٱللَّهِ﴾

[التوبة : ٦]

”اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ کلام اللہ کو سن لے“۔

اور اس کے مبلغ رسول اللہ ہیں، لیکن اس کے باوجود یہ اسے کلام الٰہی ہونے سے خارج نہیں کرتا۔

اللہ کا کلام وہ ہے جو سطروں میں لکھا ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَكِتَٰبٖ مَّسۡطُورٖ ۝٢ فِي رَقّٖ مَّنشُورٖ﴾ [الطور : ٢-٣]

”اور لکھی ہوئی کتاب کی ☆ جو جھلی کے کھلے ہوئے ورق میں ہے“۔

اور اللہ نے اسے اپنے پاس لوح محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے، اللہ نے فرمایا:

﴿بَلۡ هُوَ قُرۡءَانٞ مَّجِيدٞ ۝٢١ فِي لَوۡحٖ مَّحۡفُوظِۭ﴾ [البروج: ٢١-٢٢]

”بلکہ یہ قرآن ہی بڑی شان والا☆لوح محفوظ میں (لکھاہوا)“۔

اوراللہ نے فرمایا:

﴿ وَإِنَّهُۥ فِيٓ أُمِّ ٱلۡكِتَٰبِ لَدَيۡنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴾ [الزخرف: ٤]

”یقینا یہ لوح محفوظ میں ہے اور ہمارے نزدیک بلند مرتبہ حکمت والی ہے“۔

سطروں میں لکھے ہونے سے وہ کلام اللہ ہونے سے خارج نہیں ہوگا، ورق مخلوق ہے ، اور اسی طرح روشنائی بھی مخلوق ہے، اللہ نے فرمایا:

﴿ وَلَوۡ نَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ كِتَٰبًا فِي قِرۡطَاسٍ ﴾ [الأنعام : ٧]

”اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے“۔اللہ نے کتاب کو ایک شئ بتایا اور قرطاس کو ایک دوسری شئ بتایا۔

اور اللہ نے یہ ثابت کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن اس کا کلام ہے گرچہ اسے لکھنے والا قلم مخلوق ہے، اور جس روشنائی سے لکھا گیا ہے وہ بھی مخلوق ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَلَوۡ أَنَّمَا فِي ٱلۡأَرۡضِ مِن شَجَرَةٍ أَقۡلَٰمٞ وَٱلۡبَحۡرُ يَمُدُّهُۥ مِنۢ بَعۡدِهِۦ سَبۡعَةُ أَبۡحُرٖ مَّا نَفِدَتۡ كَلِمَٰتُ ٱللَّهِ ﴾ [لقمان : ٢٧]

”روئے زمین کے تمام درختوں کی اگر قلمیں ہو جائیں، اور تمام سمندروں کی سیاہی ہو اور ان کے بعد سات سمندر اور ہوں تاہم اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے“۔

اور اللہ نے فرمایا:

﴿ قُل لَّوْ كَانَ ٱلْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَٰتِ رَبِّى لَنَفِدَ ٱلْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَٰتُ رَبِّى وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِۦ مَدَدًا ﴾ [الكهف : ١٠٩]

"کہہ دیجئے کہ میرے پروردگار کی باتوں کو لکھنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا، گو ہم اسی جیسا اور بھی مدد میں لے آئیں"۔

جو قلم نے لکھا ہے، اور جو نہیں لکھا، وہ سب اللہ کا کلام ہے، اور دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جس نے یہ کہا کہ اللہ کا کلام مخلوق ہے تو اس نے کفر کیا، اس لئے کہ اللہ کا کلام اللہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے، اور اللہ نے اپنی مخلوق اور کلام کے مابین فرق کیا ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ يُغْشِى ٱلَّيْلَ ٱلنَّهَارَ يَطْلُبُهُۥ حَثِيثًا وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ وَٱلنُّجُومَ مُسَخَّرَٰتٍۭ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ أَلَا لَهُ ٱلْخَلْقُ وَٱلْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴾

[الأعراف: ٥٤]

"بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا، پھر عرش پر قائم ہوا، وہ رات سے دن کو ایسے طور پر چھپا دیتا ہے کہ وہ رات اس دن کے پیچھے لپکی چلی آتی ہے، اور سورج اور چاند اور ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں، یاد رکھو، اللہ ہی کے لئے

خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا، بڑا ہی بابرکت ہے اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے"۔

اللہ نے اپنی مخلوق اور اپنے امر کے درمیان تفریق بیان کیا ہے، اس کی مخلوق یہ ہیں: آسمان و زمین، سورج چاند ستارے، اور اس کا امر اس کا کلام ہے جس کے ذریعہ اس نے ان مخلوقات کو وجود بخشا، اور یہی مفہوم ہے آیت کے اس ٹکڑے کا ﴿مُسَخَّرَٰتِۭ بِأَمۡرِهِۦٓ﴾-

دونوں ہونٹ، زبان، حلق، ہوا، لعاب اور ان کی حرکتوں کو پیدا کرنے کے ساتھ اللہ نے پڑھنےوالوں (قراء) کی آواز بنائی، تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو چیز سنی جائے وہ اللہ کا کلام نہیں، اللہ نے فرمایا:

﴿وَقَدۡ كَانَ فَرِيقٞ مِّنۡهُمۡ يَسۡمَعُونَ كَلَٰمَ ٱللَّهِ﴾ [البقرة : ٧٥]

"ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کلام اللہ کو سنتے ہیں"۔

آیت میں مسموع سے مقصود کلام اللہ ہے گرچہ اس کا تلفظ کوئی قاری کرے، جیسا کہ بعض اہل علم کہتے ہیں: آواز تو قاری کی آواز ہے، اور کلام تو باری (اللہ) کا کلام ہے۔

آٹھویں فصل

شرعی حقیقت نقل (کتاب و سنت) و عقل کی اجتماعیت سے حاصل کی جاتی ہے، چنانچہ محض نقل عقل کھو دینے والے کے لئے مفید نہیں، اسی طرح محض عقل نقل کھو دینے والے کے لئے مفید نہیں، اوردونوں میں سے کسی ایک میں نقص واقع ہونے کی صورت میں معرفت حق میں نقص واقع ہو جاتا ہے، اور اگر دونوں بظاہر متصادم ہو جائیں تو عقل پر نقل کو مقدم کیا جائے، کیونکہ نقل کا تعلق کامل خالق کے علم سے ہے، اور عقل کا تعلق کوتاہ مخلوق کے علم سے ہے۔

عقل کی مثال نگاہ سی ہے، اور نقل کی مثال نور سی ہے، ایک صاحب بصارت اپنی دونوں آنکھوں سے (نگاہ ہونے کے باوجود) رات کی تاریکی میں فائدہ حاصل نہیں کرسکتا، ایسے ہی ایک صاحب عقل بغیر وحی کے اپنی عقل سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، تو روشنی کی مقدار کے برابر آنکھ کو رہنمائی ملتی ہے، اور وحی کی مقدار کے برابر عقل راہیاب ہوتی ہے، اور جب کامل عقل و نقل ہوں تو مکمل ہدایت و بصیرت حاصل ہوتی ہے، جیسے ٹھیک دوپہر کے وقت ہر چیز صاف صاف دکھائی دیتی ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا﴾ [الأنعام : ١٢٢]

"ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کردیا، اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا؟"۔

عقل والا اپنی عقل کے ذریعہ دنیا میں فائدہ اٹھاتا ہے، ایسے ہی دنیا کا ادراک کر کے اڑنے والے پرندے اور زمین پر چلنے والے جانور بھی فائدہ اٹھاتے ہیں، بایں طور کہ کچھ مدت کے لئے یہ کوچ کرتے ہیں اور ایک جگہ وارد ہوتے ہیں، اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں، اور اپنے ٹھکانے کی رہنمائی حاصل کرتے ہیں، اپنے گھونسلے خود بناتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو بھی ٹھیک سے پہچانتے ہیں۔

اور رہی بات انسان کی تو وہ اپنی عقل کے ذریعہ تفصیلی شکل میں اپنے رب کی راہ نہیں پا سکتا جب تک کہ اس کے نبی پر اس کے پروردگار کی طرف سے نازل شدہ وحی سے وہ روشناس نہ ہو جائے، اور اس کے سوا کسی اور ذرائع سے وہاں تک رسائی ممکن بھی نہیں، پتہ یہ چلا کہ وہ وحی الہی کے بغیر تاریکی و اندھیرے میں ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ﴾ [البقرة : ٢٥٧]

"ایمان والوں کا کارساز اللہ خود ہے وہ انھیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے، اور کافروں کے اولیاء شیاطین ہیں، وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں"۔

اس آیت میں اللہ نے فرمایا: يُخْرِجُهُم وہ انھیں نکالتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اللہ کو چھوڑنے کے سبب تاریکی میں داخل ہیں، واضح رہے کہ روشنی ایک ہوتی ہے گرچہ اس کی نوعیت جداگانہ ہو جیسے روشنی اور آگ، ٹھیک اسی طرح وحی ایک ہے گرچہ اس کی نوعیت الگ الگ ہو جیسے قرآن و سنت، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ ﴾ [النساء: ٥٩]

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو"۔

اور اگر کوئی یہ دعوی کرے کہ وہ بغیر وحی الہی کے صرف اپنی عقل کی بنیاد پر اللہ کی ہدایت حاصل کر سکتا ہے، تو اس کی مثال اس شخص جیسا ہے جو یہ دعوی کرے کہ بلا روشنی والی اپنی آنکھ سے وہ اپنا راستہ دیکھ لیتا ہے، تو ان دونوں نے ایک قطعی ضروری حقیقت کا انکار کیا، اس لئے پہلا بلا دین اور دوسرا بلا دنیا قرار پایا۔

اللہ نے اپنی وحی کا نام نور رکھا ہے جس سے پوری مخلوق راہ یاب ہوتی ہے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿فَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِهِۦ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَٱتَّبَعُواْ ٱلنُّورَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ﴾ [الأعراف: ١٥٧]

”جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی حمایت کرتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں ،اور اس نور کی اتباع کرتے ہیں جو اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے،تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں“۔ تو اللہ ہی کی وہ ذات ہے جو انبیاء کرام اور ان کے متبعین کو راہ دکھاتی ہے۔

اللہ نے جن چیزوں کو بجالانے کا حکم دیا، اور جن چیزوں سے منع کیا ہم اس کے لئے سر تسلیم خم کرتے ہیں ، اور جن چیزوں سے ہمیں آگاہی بخشی ہم اس کی پرزور لفظوں میں تصدیق کرتے ہیں ، اگر ہمیں اس کی علت کا پتہ چل جائے تو ہم اس پر بلا چوں و چراں ایمان لے آتے ہیں ، اور اگر ہمیں اس کی علت کا پتہ نہ بھی چل سکے پھر بھی اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسے بصر و چشم قبول کرتے ہیں ، ہر عقل تمام معقول کا ادراک نہیں کر سکتی تو بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عقول جن چیزوں کا ادراک ہی نہ کر سکیں،اس پر یہ چاہا جائے کہ تمام عقل اس پر متفق ہو جائیں ؟!۔

اور جو شخص یہ کہے :ہم اللہ کے انھیں احکام پر ایمان لائیں گے فطرت جسے تسلیم کرتی ہے ، اور اس پر ایمان نہ لائیں گے جسے فطرت قبول نہ کرے ،تو گویا اس شخص نے نقل پر عقل کو مقدم کیا،کیونکہ اس کا یہ قطعا معنی نہیں کہ فطرت جس کا ادراک نہ کر سکے وہ معدوم ہے ، حقیقت تو یہ ہے فطرت

اس کا ادراک نہیں کرپا رہی ہے کیونکہ اس کی ایک حد ہے جہاں پہنچ کر وہ ختم ہو جاتی ہے، جیسے نگاہ کی ایک حد ہے جہاں پہنچ کر وہ ختم ہو جاتی ہے، اور اس کے ختم ہونے سے نہ تو کائنات اور نہ ہی اس کا وجود ختم ہوتا ہے، کان کی بھی ایک حد ہے لیکن اس کے ختم ہونے کی وجہ سے آواز ختم نہیں ہوتی، ایسے ہی چیونٹی کی بھی آواز ہے جو سنی نہیں جاسکتی، کائنات میں کچھ فضا، ستارے ہیں جو دکھائی نہیں دیتے، تو اس کا مطلب نہیں کہ ان کا وجود ہی نہیں ہے۔

نویں فصل

شریعت صرف اللہ کی ہے، وہی اپنے علم و حکمت سے جو چاہتا ہے حلال کرتا ہے اور جو چاہتا ہے حرام کرتا ہے، اس کی شریعت سازی دین و دنیا کی درستگی واصلاح کے لئے ہے، اللہ کا حکم اور اس کی نہی مکلف لوگوں سے کسی بھی زمانے یا خطے میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی ختم نہیں کرسکتا۔

دین ودنیا کے بارے میں جو بھی اس نے قانون سازی کی ہے ان میں تفریق ہم نہیں کرسکتے چاہے وہ سب کے سب دینی و دنیاوی احکام ہوں:

☆دینی احکام کی مثال: نماز، روزہ، حج، ذکر اور مساجد کی آبادکاری وغیرہ۔

☆دنیاوی احکام کی مثال: خریدو فروخت، نکاح، طلاق، میراث وغیرہ۔

ملحوظ خاطر رہے کہ جس نے بھی ان دونوں میں تفریق کی کوشش کی تو گویا اس نے دین کے احکامات اللہ کے لئے مقرر کیا، اور دنیاوی احکامات اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کے نام کردیا، اس کا ایسا کرنا کفر ہے، کیونکہ شریعت پوری کی پوری تنہا اسی کا حق ہے، تو اگر اس نے اس حق داری میں کسی اور کو حقدار بنا دیا تو اس کی مثال ایسے شخص کی ہے جو سجدہ ریزی میں کسی اور کو حقدار بناکر اس کے روبرو سجدہ کرتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ إِنِ ٱلۡحُكۡمُ إِلَّا لِلَّهِۚ أَمَرَ أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ ﴾ [یوسف : ٤٠]

"فرمانروائی صرف اللہ ہی کی ہے، اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو"۔

اور بنی اسرائیل نے اسی نوعیت کا کفر کیا، جیسا کہ اللہ نے اپنے اس قول میں وضاحت فرمائی:

﴿ ٱتَّخَذُوٓاْ أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَٰنَهُمۡ أَرۡبَابٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلۡمَسِيحَ ٱبۡنَ مَرۡيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُوٓاْ إِلَٰهٗا وَٰحِدٗاۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۚ سُبۡحَٰنَهُۥ عَمَّا يُشۡرِكُونَ ﴾ [التوبة : ٣١]

"ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا، اور مریم کے بیٹے مسیح کو بھی، حالانکہ انھیں صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے"۔
اللہ نے اپنے اس فرمان میں بنی اسرائیل کے اس فعل کو شرک کا نام دیا۔

اللہ نے اپنی کتاب نازل فرمائی، اور شریعت سازی فرمائی، اور وہ آنے والے تمام احوال کو اور گذرے ہوئے تمام حوادث کو خوب جانتا ہے، جیسا کہ موجودہ حالت کی چیزوں کو اور اس سے قبل جس وقت اس نے شریعت سازی کی تھی دونوں کو برابر جانتا اور دیکھتا ہے، اس کا علم کسی حادثہ کے وقوع سے کم نہیں ہوتا، نہ تو اس ناتے کہ وہ زمانہ گذشتہ میں رونما ہوا، اور نہ ہی اس ناتے کہ وہ ابھی ابھی ہو رہا ہے، اور نہ ہی اللہ کے علم میں کسی حادثہ کے رونما ہونے

پر کچھ اضافہ ہوتا ہے، وہ اس وجہ سے کہ وہ موجودہ وقت میں ہوا ہے، خلاصہ یہ کہ اللہ سبحانہ کے نزدیک چاہے وہ گذشتہ ہو یا موجودہ، حاضر ہو یا غائب تمام کا علم یکساں ہے۔

اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ اللہ کا حکم صرف اسی دور کے لئے بہتر ہے جس میں وہ وقوع پذیر ہوا ہے، اور دوسرے ادوار میں اس کی مناسبت سے لوگ جو بہتر سمجھتے ہوں قانون وضع کریں گرچہ یہ قانون الٰہی کے مخالف ہو، تو یہ کفر ہے، اس لئے کہ اس طرح کی بات کہنے والے کا یہ نظریہ ہے کہ انسان کا ادراک علم شہود اور علم غائب کے درمیان بدلتا رہتا ہے، تو اس وجہ سے اس کے پاداش میں حکم کا بدلنا یقینی ہے، اور پھر یہ اس گمان کا شکار ہو جاتا ہے کہ اللہ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے، پھر انسان اپنے دور حاضر کے علم کو اساس بنا کر وحی کے کے نزول کے وقت کے اللہ کے اس ماضی کے علم پر مقدم کر دیتا ہے، اور یہ بھی کفر و شرک ہے، حالانکہ اشیاء کے متعلق اللہ علم حاضر و غائب دونوں ادوار میں بالکل یکساں ہیں، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ عَٰلِمِ ٱلۡغَيۡبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ فَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشۡرِكُونَ ﴾ [المؤمنون : ۹۲]

"وہ غائب حاضر کا جاننے والا ہے اور جو شرک یہ کرتے ہیں وہ اس سے بالا تر ہے"۔

اللہ کا حکم حاضر میں ٹھیک اسی طرح ہے جس طرح اس کا غائب کا حکم ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿قُلِ ٱللَّهُمَّ فَاطِرَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ عَٰلِمَ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ أَنتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُواْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾ [الزمر : ٤٦]

"آپ کہہ دیجئے کہ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، چھپے کھلے کے جاننے والے، تو ہی اپنے بندوں میں ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ الجھ رہے ہیں"۔ اللہ اپنے موجود اور غائب بندوں کے درمیان حکم فرماتا ہے۔

اور جس نے دینی حکم کو دنیاوی حکم سے الگ کیا، اور اللہ کو دین کا قانون ساز اور انسان کو دنیا کا قانون ساز بنایا، جیسا کہ جمہوری نظریہ کے حامل لوگ کہتے ہیں تو گویا کہ یہاں متعدد لوگ قانون ساز ہیں، حالانکہ قانون سازی کا حق صرف اللہ وحدہ کا ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ ٱلْكِتَٰبِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ﴾ [البقرة : ٨٥]

"کیا بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو"۔ قرآن کے کچھ حصے کے انکار سے اس کے پورے کا انکار لازم آتا ہے۔

اللہ کے رسول پر اللہ کی طرف سے جو کتاب و حکمت نازل کی گئی ہے اسی کے مطابق لوگوں میں اللہ نے فیصلہ کا حکم دیا ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنِ ٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ وَٱحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَنۢ بَعْضِ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ إِلَيْكَ﴾ [المائدة: ٤٩]

"آپ ان کے معاملات میں اللہ کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی فیصلہ کیجیے

ان کی خواہشوں کی تابعداری نہ کیجیے، اور ان سے ہوشیار رہیے کہ کہیں وہ آپ کو اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم سے ادھر ادھر نہ کریں"۔

آیت میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا مطلب ہے ان کے جھگڑوں میں اور ان کے درمیان رونما ہونے والے تنازع میں فیصلہ کریں، اور فتنہ سے مراد اللہ کے حکم سے خروج کرنا ہے۔

جب وحی کسی چیز کی تفصیل پر خاموش ہو تو مجتہدین کو اس کی تفصیل کی اجازت ہے، بس اتنی شرط ضرور ہے کہ وہ اللہ کے کسی ثابت شدہ حکم سے متصادم نہ ہو۔

اللہ کے حکم کے منافی لوگوں کے فیصلے اور ان کی اختیار کردہ چیزیں مقدم نہیں کی جا سکتیں، کیوں کہ اگر قبیلوں کے حکم کو مقدم کیا جاتا تو تمام انبیاء حق سے خارج ہوتے، اس لئے کہ وہ ایسی قوموں میں بڑھے پلے تھے جنھوں نے باطل پر اتفاق کر رکھا تھا، یا ان کی بیشتر تعداد باطل پر تھی۔

اللہ کے حکم کی تعظیم اور اس کو تسلیم و قبول کی خاطر بعض ائمہ سلف نے عقیدہ کے چند فروعی مسائل کو کتب عقیدہ میں الگ سے جمع کر دیا ہے، اور بعض گمراہ جماعتوں کے انکار کے پیش نظر ان کے ٹھوس وپختہ دلائل بھی بیان کر دیئے گئے ہیں، جیسے دونوں موزوں پر مسح کرنا، حالت سفر میں نماز قصر ادا کرنا، نیک یا فاجر پیشوا کے ساتھ جہاد کرنا۔

مذکورہ مسائل میں ہر دور میں نئے نئے نفس پرستوں کے ظہور پذیر

ہونے سے اس کی بھی نئی نئی شکلیں ابھر کر آنے لگیں، چنانچہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ عورت کا حجاب ایک عبادت ہے محض رسم و رواج نہیں، اور ہم اس بات کو بھی قبول کرتے ہیں کہ ناگہانی چھوڑ کر مرد وعورت کا باہم اختلاط حرام ہے، اور مسلمان کے خلاف کافر کی دوستی درست نہیں، اور میراث میں بیٹے کے مقابلے میں بیٹی کا آدھا حصہ ہے، اور مرد کے مقابلے میں عورت کی دیت آدھی ہے، کیونکہ دیت کسی جان کی قیمت نہیں کہ دونوں میں یکسانیت برتی جائے، اس لئے کہ اگر کسی ایک خاتون کو جان بوجھ کر مردوں کی ایک جماعت قتل کردے تو اس ایک خاتون کے قصاص میں تمام مرد قتل کئے جائیں گے، حقیقت میں دیت وارث کے لئے تعویض ہے نہ کہ مورث یقیناً وارث بنانے والے کی قیمت، اور ہم اسے بھی تسلیم کرتے ہیں کہ شادی شدہ کا رجم کرنا اللہ کے متعین کردہ حدود میں سے ایک حد ہے۔

دسویں فصل

مخلوق کی خلقت سے پہلے اللہ نے تقدیروں کو مقدر کیا، اور ہر مخلوق کی تقدیر اس کی ایجاد سے قبل پیدا کی گئی، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا﴾ [الفرقان : ٢]

”اور ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے“۔ ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ [القمر : ٤٩]

”بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے پر پیدا کیا ہے“۔ ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا:

﴿وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا﴾ [الأحزاب: ٣٨]

”اور اللہ کے کام اندازے پر مقرر کئے ہوئے ہیں“۔

اللہ نے تقدیروں اور اس کے خیر و شر کو مقدر کیا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ». [رواہ مسلم: ٨]

”تم ایمان لاؤ بھلی اور بری تقدیر پر“۔

تقدیر کے لئے اللہ کا علم لازم ہے، کیونکہ تقدیریں صرف وہی مقدر کر سکتا ہے جسے ان کا علم ہو، اور ان کی تفاصیل، باریک بینیاں، ان کی جگہیں، اور ان کی گردشیں، اور ان کے آغاز و انتہا کو تو صرف وہی جان سکتا ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿ لِتَعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ وَأَنَّ ٱللَّهَ قَدۡ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عِلۡمَۢا ﴾

[الطلاق : ١٢]

"تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یقینا اللہ نے ہر چیز کو اپنے علم سے گھیر رکھا ہے"۔ ایکدوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

﴿ أَلَا يَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ وَهُوَ ٱللَّطِيفُ ٱلۡخَبِيرُ ﴾ [الملك : ١٤]

"بھلا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے حالانکہ وہ بڑا باریک بیں باخبر ہے"۔

جس نے اللہ کی تقدیر کی نفی کی اس نے فی الواقع اللہ کے علم کی نفی کی، اور جس نے اللہ کے علم کی نفی کی اس نے اس کی تقدیر کی نفی کی، (کیونکہ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں)۔

اللہ کے یہاں مخلوق کی تقدیریں ایک کتاب میں لکھی ہیں جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

﴿ مَّا فَرَّطۡنَا فِي ٱلۡكِتَٰبِ مِن شَيۡءٖ ﴾ [الأنعام: ٣٨]

"ہم نے دفتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی"۔

ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَكُلَّ شَيۡءٍ أَحۡصَيۡنَٰهُ فِيٓ إِمَامٖ مُّبِينٖ ﴾ [یس: ۱۲]

"اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کررکھا ہے"۔

مخلوقات الٰہی کی دو قسمیں:

۱-ایسی تابع مخلوق جس کا اپنا کوئی اختیار نہیں، جیسے کواکب، افلاک۔

۲-ایسی مخلوق جس کی اپنی مشیئت اور اختیار ہے، جیسے انسان، جنات اور فرشتے، تو اللہ انہیں ان کے اختیار کے بغیر نہیں چلاتا ہے کہ انھیں اپنی معصیت پر مجبور کردے، اور پھر اس کے ارتکاب پر انھیں عذاب دے، اور نہ ہی وہ بلا چلائے خود مختار ہیں، تب تو وہ فعل اور ارادہ میں اللہ کے ساجھی بن بیٹھیں گے، بلکہ اللہ نے انھیں ان کی مشیئت کو اپنی مشیئت کے تحت بنائی ہے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿إِنۡ هُوَ إِلَّا ذِكۡرٞ لِّلۡعَٰلَمِينَ ٢٧ لِمَن شَآءَ مِنكُمۡ أَن يَسۡتَقِيمَ ٢٨ وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴾ [التکویر: ۲۷-۲۹]

"یہ تو تمام جہان والوں کے لئے نصیحت نامہ ہے ☆بالخصوص اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے ☆اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر وہی جو رب العالمین چاہے"۔

اللہ بندوں کا اور بندوں کے افعال دونوں کا خالق ہے، جیسا کہ فرمایا:

﴿ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ﴿٩٥﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴾

[الصافات: ٩٥-٩٦]

"تو آپ نے فرمایا: تم انھیں پوجتے ہو جنہیں خود تم تراشتے ہو ☆ حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے"۔

اللہ نے اسباب ایجاد کیا، اور اس کا سبب بنایا جیسا کہ اس نے مسبب کے ساتھ اس کے اسباب بنائے، اللہ کے وسعت علم کا یہی تقاضا ہے، اور ایک طریقے اور نظام پر کائنات کو چلانے میں اس کی عظیم حکمت ہے۔

تقدیر الٰہی کی جن حقیقتوں اور حکمتوں کو عقل نہ سمجھ سکے، اور اسی عدم فہم کی بنا پر اس پر ایمان لانے سے رک جائے یہ اس کے لئے جائز نہیں، کیونکہ کتنی ایسی حکمتیں ہیں جو عقل کے کنٹرول سے باہر ہیں، عقل ایک محدود برتن کے مانند ہے، اور کچھ حکمتیں سمندر کے پانی کی طرح بڑی مقدار میں ہیں جسے وہ اپنے اندر نہیں سمو سکتا، اگر اس پر اسے انڈیل دیا جائے تو وہ اس میں گم ہو جائے گا، اور اس سے حیرت واستعجاب کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اور چند حکمتیں تو ایسی ہیں کہ اس میں دیر تک تامل کرنے کے بعد حیرت ہی ہاتھ لگتی ہے، اس کی مثال ایسے ہے جیسے دوپہر کے وقت دیر تک سورج کی طرف دیکھنے سے نگاہ کو الم اور حیرت سے بڑھ کر کچھ حاصل نہیں۔

گیارہویں فصل

موت حق ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾

[الرحمن: ٢٦-٢٧]

"زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں، صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی"۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں موت کے بعد رونما ہونے والی جن چیزوں پر ایمان ضروری ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

☆ فتنۂ قبر (سوال و جواب) اور اس کے عذاب و نعمتوں پر ایمان لانا۔

☆مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لانا۔

اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ﴾ [یس: ٥١]

"تو صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف (تیز تیز) چلنے لگیں گے"۔

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر شک کرنے والا کافر ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَأَمَّا ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَفَلَمْ تَكُنْ ءَايَـٰتِى تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَٱسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ وَٱلسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُم مَّا نَدْرِى مَا ٱلسَّاعَةُ إِن نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ﴾ [الجاثية: ٣١-٣٢]

"لیکن جن لوگوں نے کفر کیا تو (میں ان سے کہوں گا) کیا میری آیتیں تمہیں سنائی نہیں جاتی تھیں ؟پھر بھی تم تکبر کرتے رہے،اور تم تھے ہی گنہ گار لوگ ☆اور جب کبھی کہا جاتا کہ اللہ کا وعدہ یقینا سچا ہے،اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم جواب دیتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے ؟ ہمیں کچھ یوں ہی سا خیال ہو جاتا ہے لیکن ہمیں یقین نہیں"۔

آخرت کا جھٹلانے والا بھی کافر ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿بَلْ كَذَّبُواْ بِٱلسَّاعَةِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لِمَن كَذَّبَ بِٱلسَّاعَةِ سَعِيرًا﴾ [الفرقان: ١١]

"بات یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھتے ہیں، اور قیامت کو جھٹلانے والوں کے لئے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے"۔

☆قیامت کے دن کے حساب پر ایمان لانا، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَنَضَعُ ٱلْمَوَٰزِينَ ٱلْقِسْطَ لِيَوْمِ ٱلْقِيَـٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۖ وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَـٰسِبِينَ﴾ [الأنبياء: ٤٧]

"اور قیامت کے دن ہم (لوگوں کے اعمال تولنے کے لئے) میزان عدل قائم

کریں گے، پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا، اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہو گا ہم اسے لا حاضر کریں گے، اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے"۔

☆آخرت کے جزاو سزا اور جنت و جہنم پر ایمان لانا، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ شَقُواْ فَفِي ٱلنَّارِ لَهُمۡ فِيهَا زَفِيرٞ وَشَهِيقٌ ﴾ [هود: ١٠٦]

"لیکن جو بدبخت ہوئے وہ دوزخ میں ہوں گے، وہاں چیخیں گے چلائیں گے"۔

اور ایک مقام پر اللہ نے فرمایا:

﴿وَأَمَّا ٱلَّذِينَ سُعِدُواْ فَفِي ٱلۡجَنَّةِ﴾ [هود: ١٠٨]

"لیکن جو نیک بخت کئے گئے، وہ جنت میں ہوں گے"۔

☆کافر کے جہنم میں ہونے اور مومنوں کے جنت میں رہنے پر ایمان، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فَأُعَذِّبُهُمۡ عَذَابٗا شَدِيدٗا فِي ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّٰصِرِينَ ٥٦ وَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ فَيُوَفِّيهِمۡ أُجُورَهُمۡۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾ [آل عمران: ٥٦-٥٧]

"پھر کافروں کو تو میں دنیا اور آخرت میں سخت تر عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مدد گار نہ ہو گا ☆لیکن ایمان والوں کو اور نیک عمل والوں کو اللہ ان کا ثواب پورا پورا دے گا، اور اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا"۔

☆قرآن و حدیث سے ثابت شدہ تمام امور آخرت پر ایمان لانا واجب ہے جیسے پل صراط، میزان، حوض، نیکی و برائی کے نامہ اعمال۔

بارہویں فصل

جماعت کے ساتھ رہنا واجب ہے، اور امام کے بغیر جماعت کا تصور نہیں، اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے ہی امام کی پیروی کی جائیگی، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡ ﴾ [النساء:٥٩]

"اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور اپنے میں سے اختیار والوں کی"۔ اللہ کے قول ﴿ مِنكُمۡ ﴾ سے مراد "مسلمانوں میں سے" ہے۔

کافر کی امامت اور اس کی بیعت درست نہیں، کافر کی بات صرف ان چیزوں میں مانی جائے گی جس میں اپنی دنیا بنانے کی نہیں بلکہ جس میں لوگوں کی دنیا کی بہتری ہو۔

اگر حکمراں عالم دین نہ ہوتو اسے ایک عالم مقرر کرلینا چاہئے تاکہ دین و دنیا کے معاملے ٹھیک رہیں اور وہ غلطی وظلم کے شکار نہ ہوں، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَإِذَا جَآءَهُمۡ أَمۡرٞ مِّنَ ٱلۡأَمۡنِ أَوِ ٱلۡخَوۡفِ أَذَاعُواْ بِهِۦۖ وَلَوۡ رَدُّوهُ إِلَى ٱلرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ ٱلَّذِينَ يَسۡتَنۢبِطُونَهُۥ مِنۡهُمۡ ﴾ [النساء: ٨٣]

”جہاں انھیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کردیا، حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کردیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کرلیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں“۔ اوراس آیت سے یہ واضح ہوا کہ عالم کے سوا دوسرا استنباط نہیں کرسکتا۔

ولی امر کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں، اورنہ ہی اس کے حکم میں جھگڑنا درست ہے، اس کے جفا پر اس وقت تک صبر کیا جائے جب تک کہ وہ کھلم کھلا اور صریح کفر کا ارتکاب نہ کرنے لگے، جیسا کہ صحیحین میں ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ، فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ، فَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ بَرِئَ، وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ، وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلا نُقَاتِلُهُمْ؟ قَالَ: «لا، مَا صَلَّوْا» [رواه مسلم: ١٨٥٤].

”تمہارے اوپر کچھ ایسے امراء (حکمراں) مقرر ہوں گے جو معروف (بھلائی) اور منکر (خلاف شریعت) عمل بھی کریں گے، تو جس نے اسے ناپسند کیا وہ گناہوں سے بری ہوگیا، اور جس نے اس کا انکار کیا تو وہ (پیروی اور مطالبہ سے) محفوظ ہوگیا، لیکن جس نے اس سے رضامندی کا اظہار کیا، اور اس کی اتباع کی وہ گنہ گار ہوا“، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! تو کیا ہم ان سے قتال نہ کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”نہیں، جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں“۔

اسے علم و حکمت کے ذریعہ نصیحت کی جائے جس سے کہ شر ختم ہو جائے یا ہلکا ہو جائے، نہ کہ اس سے دل آسودہ ہو جائے اور اسے تشفی مل جائے، صحیح مسلم میں تمیم داری سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«الدِّينُ النَّصِيحَةُ» قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: «لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ» [رواه مسلم: ٥٥].

"دین خیر خواہی کا نام ہے، تو ہم سب نے پوچھا کہ یہ کس کے لئے؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، ائمہ مسلمین اور عام لوگوں کی خاطر"۔

اس کے راز ونیاز کے پیچھے پڑنا جائز نہیں، اور نہ ہی اس کی ذاتی لغزشوں پر رسوا کرنا، اور اس کے عیوب اور کوتاہیوں کو طشت از بام کرنا درست ہے، ان تمام امور سے اعراض کرتے ہوئے صرف ذاتی طور پر اس کے متعلق اسے نصیحت کی جائے۔

اور اگر وہ لوگوں کے لئے شریعت کے خلاف کوئی قانون نافذ کرے، اور اس کی تشہیر کرے، تو اگر یہ معلوم ہو کہ اسے اس مسئلہ کے بارے میں وضاحت کرنے سے وہ رجوع کر سکتا ہے، اور پلٹ کر اپنی اصلاح کر سکتا ہے تو اس کے حق میں یہی کرے، اور اگر ایسا نہ لگے تو لوگوں کے سامنے اس منکر کی وضاحت علی الاعلان کرے، کیونکہ یہ ان کی خیر خواہی کے لئے واجب ہے، اور یہ خود اس کا اور ان تمام لوگوں کا دینی حق بھی ہے، تاکہ شریعت میں تبدیلی اور

دین میں بدلاؤ نہ ہونے دے، اوراس حدیث «لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ» سے یہی مطلوب ہے، بلکہ یہ خیر خواہی لوگوں کے دیگر ذاتی حقوق پر مقدم ہے۔

عالم خود لوگوں کے معاملہ ،اور ان کے بھلائی کے امور سے کنارہ کشی اختیار نہ کرے، کیونکہ دنیا میں اس کا پسندیدہ زہد وہ ہے جو اس کی ذات کی خاطر ہو، اوررہی بات لوگوں کے دنیاوی حقوق کی حصول یابی کی تو اس وقت عالم کا زہد اختیار کرنا قابل ستائش نہیں، بلکہ مظلوم کے ایک درہم دلانے کی خاطر اس کی مدد کرنا واجب ہے، اور صرف ایک کھجور کے ذریعہ بھوکے کو کھانا کھلانا بھی اس کے لئے ضروری ہے، اس لئے کہ عالم کو دنیا میں ولایت کا درجہ حاصل ہے، اورلوگوں کی دنیاوی اصلاح اس کے دین کی اصلاح کا دروازہ ہے، نبی اکرم ﷺ نے دنیاوی خزانوں کے لئے اپنا سر بلند نہیں کیا، لیکن آپ نے بریرہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ کی معمولی دینار سے مدد فرمائی، اور لوگوں کو اس بارے میں خطاب سے آگاہ کیا۔

تیرہویں فصل

قیامت کے قائم ہونے تک جہاد جاری رہے گا، اور قرآن کے وجود تک اس روئے زمین سے ایک دن کے لئے بھی اس کا حکم منسوخ نہیں ہوگا، جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاَ تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ» [رواه مسلم: ١٥٦]

”میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر لڑتا رہے گا، اور وہ قیامت کے دن تک غالب رہے گا“۔

صرف تکلیف ہٹانے اور اسے دور کرنے کی خاطر کئے جانے والے جہاد میں نہ تو امام وقت کی اجازت درکار ہے اور نہ ہی نیت کا پایا جانا شرط ہے، بلکہ اگر بات عزت و آبرو کا دفاع اور جان و مال کی حفاظت کی ہو تو اس وقت یہ جہاد واجب ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

«مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ، فَهُوَ شَهِيدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ، أَوْ دُونَ دَمِهِ، أَوْ دُونَ دِينِهِ، فَهُوَ شَهِيدٌ»

”جو اپنا مال بچانے کے لئے مار دیا جائے وہ شہید ہے، اور جو اپنے بال بچوں کو

بچانے کے لئے مار دیا جائے یا اپنی جان و دین بچانے کے لئے مار دیا جائے وہ شہید ہے" (أبو داود: ٤٧٧٢، صحیح)۔ اور یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی مختصر بیان ہوئی ہے۔

آبرو، جان ومال پر حملہ کرنے والے کا دفاع کرنا واجب ہے، چاہے وہ حملہ آور مسلمان ہو یا مشرک ہو، نسائی میں قابوس کے والد مخارق سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: الرَّجُلُ يَأْتِينِي فَيُرِيدُ مَالِي، قَالَ: «ذَكِّرْهُ بِاللَّهِ» قَالَ: فَإِنْ لَمْ يَذَّكَّرْ؟ قَالَ: «فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ مَنْ حَوْلَكَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ» قَالَ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ حَوْلِي أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ؟ قَالَ: «فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ بِالسُّلْطَانِ» قَالَ: فَإِنْ نَأَى السُّلْطَانُ عَنِّي؟ قَالَ: «قَاتِلْ دُونَ مَالِكَ حَتَّى تَكُونَ مِنْ شُهَدَاءِ الْآخِرَةِ، أَوْ تَمْنَعَ مَالَكَ»

"ایک شخص نبی اکرم کی خدمت میں آکر عرض کیا، ایک شخص میرے پاس آتا ہے، اور میرا مال لوٹنا چاہتا ہے، (تو میں کیا کروں)؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کا واسطہ دیکر اسے نصیحت کریں" اس شخص نے کہا کہ اگر وہ نصیحت نہ قبول کرے تو کیا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کے مقابلے میں آس پاس کے مسلمانوں سے مدد مانگو" اس شخص نے کہا کہ اگر میرے آس پاس کوئی مسلمان نہ ہو تو کیا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر وقت کے بادشاہ سے مدد مانگو" اس شخص نے کہا کہ اگر بادشاہ مجھ سے کنارہ کشی اختیار کرلے تو کیا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنا مال بچانے کے لئے

قتال کرو، یہاں تک کہ یا تو آخر تک شہید بن جاؤ یا پھر اپنا مال روک لے جاؤ" (نسائی:۴۰۸۱, حسن صحیح)۔

مطالبے والے جہاد میں اللہ کے کلمے کی سر بلندی کی نیت کرنا واجب ہے، ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا:

«يَا رَسُولَ اللهِ! الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ، فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ أَعْلَى، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ»

" اے اللہ کے رسول !ایک شخص مال غنیمت کے لئے قتال کرتا ہے، اور دوسرا شخص لوگوں کے بیچ چرچے کے لئے قتال کرتا ہے، اور تیسرا شخص اپنے کمال کو دکھانے کے لئے قتال کرتا ہے تو ان میں سے کون اللہ کی راہ میں حقیقی جہاد کرنے والا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس لئے قتال کیا کہ اللہ کا کلمہ اعلی و بالا ہو وہی اللہ کی راہ میں حقیقی جہاد کرنے والا ہے"۔(بخاري:۲۶۵۵، مسلم: ۱۹۰۴)۔

اس نوعیت کے جہاد میں امام وقت کی اطاعت واجب ہے، اس کی بات سنی جائے گی، اور جس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو ان تمام کاموں میں اس کی فرمانبرداری کی جائے گی، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَطَاعَنِي، فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي، فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي، فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي، فَقَدْ عَصَانِي».

”جس نے میری اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے یقینا اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے یقینا میری نافرمانی کی“ (بخاري:۷۱۳۷, مسلم: ۱۸۳۵)۔

چودھویں فصل

انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر لوگ محمد ﷺ کے اصحاب ہیں ،جن کے فضائل میں وحی الہی نازل ہوئی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَىٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًا ﴾ [الفتح: ٢٩]

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحم دل ہیں ، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع و سجدے کر رہے ہیں، اللہ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں ہیں"۔

جیسے انبیاء کرام علیہم السلام آپس میں الگ الگ فضائل کے حامل ہیں، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں، اور انبیاء کرام میں سے کم سے کم مقام والا نبی صحابہ میں سے اعلی مرتبہ پر فائز صحابی پر بلند مقام رکھتاہے، اور ایسے ہی کم سے کم درجے کا صحابی اعلی درجے کے حامل تابعی سے بڑھ کر مقام رکھتا ہے۔

افضل صحابہ وہ ہیں جو ایمان میں پہلے سبقت کرنے والے ہیں، کیونکہ

جس نے نبی اکرم ﷺ پر ناتوانی کے دور میں آپ پر ایمان لایا وہ ان لوگوں کے مقابلے زیادہ مقرب ہے جو اللہ کے نبی ﷺ پر طاقت کے دور میں ایمان لائے، اور ایسے ہی جو فتح مکہ سے قبل ایمان لائے وہ ان سے افضل ہیں جو مکہ فتح ہونے کے بعد ایمان لائے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا﴾ [الحدید: ۱۰]

”تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے، وہ (دوسرے کے) برابر نہیں، بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں، اور جہاد کئے“۔

اور وہ فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والوں کی صحبت کی فضیلت میں ان کے ساتھ مشترک ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالی نے ان کا ذکر اس آیت میں بعد میں یوں فرمایا:

﴿ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴾ [الحدید: ۱۰]

”ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ کا ان سب سے ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے“۔ اور ایک دوسرے مقام پر اللہ نے یوں فرمایا:

﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ [التوبة: ۱۰۰]

”اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا، اور وہ سب اس سے راضی ہوئے“۔

سبقت کرنے والوں میں افضل: سبقت کرنے والوں میں سب سے افضل وہ دس صحابہ ہیں جنہیں دنیا میں جنت کی خوش خبری دی گئی، پھر ان دس میں افضل چار خلفائے راشدین ہیں، پھر ان کے بعد شہدائے بدر ہیں، پھر ان کے بعد شہدائے احد ہیں، پھر ان کے بعد درخت کے نیچے بیعت کرنے والے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿لَّقَدْ رَضِىَ ٱللَّهُ عَنِ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ ٱلشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِى قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَٰبَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ [الفتح: ١٨]

”یقینا اللہ مؤمنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو تھا اس نے اسے معلوم کر لیا، اور ان پر اطمینان نازل فرمایا، اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی“۔

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں سے فرمایا:

«أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الأَرْضِ».

”تم لوگ اس روئے زمین کے بہتر لوگ ہو“ (بخاري:۴۱۵۴)، اور ان کی تعداد چودہ سو تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حاملین وحی اور ناقلین دین ہیں، ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا دین کی سند کی بیخ کنی ہے ،اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ میں شک کی راہ ہموار کرنا اور نقب زنی ہے، حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ سب سے امین جماعت ہے ، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَصْحَابِي أَمَنَةٌ لأُمَّتِي، فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ»

" میرے صحابہ میری امت کے نگراں ہیں ، جب وہ چلے جائیں گے تو میری امت میں وہ چیزیں (فتنے ، بدعت وغیرہ) داخل ہو جائیں گی جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے" (مسلم:۲۵۳۱)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین خطاؤں سے معصوم تو نہیں ، پر ان کے خطاؤں کو سبب بنا کر ان پر طعن و تشنیع کرنا بھی جائز نہیں ، اور ان کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات کو ہوا دینے سے گریز کرنا واجب ہے، البتہ اس سے فقہ و فہم کی نظر سے اور عبرت آموزی کی غرض سے ان کی جلالت شان اور عذر کی پوری رعایت کرتے ہوئے گفتگو کرنا روا ہے ، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے باہم جملہ اختلافات کے باوجود غیروں کے باہمی اتحاد واتفاق پر قائم رہنے کی صورت میں بھی ان پر افضلیت رکھتے ہیں ،اس لئے کہ انھیں یہ مقام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن صحبت کے پاداش میں اللہ نے عطا کیا ہے، یہ اس ناتے نہیں کہ ان میں سے ایک دوسرے کی صحبت اختیار کرتے ہیں ، چنانچہ ان کے آپسی

اختلافات اجتہاد ہیں جس پر وہ اجر سے نوازے جائیں گے گرچہ وہ اس میں خطا کے شکار ہوئے، اور رہی بات نبی اکرم ﷺ سے اختلاف کرنا تو یہ ظلم وستم ہے جس سے اللہ نے انھیں بری کر رکھا تھا، بلکہ انہوں نے آپ ﷺ کی صحبت اختیار کی اور اسے بڑی خوبصورتی سے نبھایا، اور اس کے نتیجے میں اغیار پر افضلیت حاصل کی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان ہونے والا واقعہ ایک ایسا دروازہ ہے کہ اگر اسے ان میں سے کسی ایک کے لئے کھول دی جائے تو یہ دروازہ باقی تمام صحابہ پر کھل جائے گا، یہی وجہ تھی کہ تابعین اور تبع تابعین نے صحابہ کرام کے درمیان رونما ہونے والے واقعات پر لب کشائی سے گریز کیا، اور جب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے علی و عثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق اور جنگ جمل وصفین اور جو کچھ بھی ان کے درمیان واقع ہوا اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: وہ ایک لڑائی تھی جس سے اللہ نے ہمارے ہاتھ کو روکا، اور میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ اس کے بعد میں اس میں اب اپنی زبان ڈباؤں۔(الطبقات الکبری لابن سعد: ۵/ ۳۹۴ و تاریخ دمشق لابن عساکر: ۶۵/ ۱۳۳)۔

اور بروز قیامت ان کے بعد آنے والوں سے ان کے اختلافات کے متعلق ہرگز نہیں پوچھا جائے گا، بلکہ ان کے فضائل کی تصدیق وتسلیم کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا۔

پندرہویں فصل

کفر کو چھوڑ کر ہم اہل قبلہ کو ان کے کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر قرار نہیں دے سکتے، کفر کی چند شکلیں ذیل کے سطور میں ذکر کی جارہی ہیں :

اللہ کو گالی دینا کفر ہے، اوراس کو برا بھلا کہنا اس کے ساتھ شرک کرنے سے بھی بڑھ کر ہے ، اس لئے کہ شرک کرنے والا اللہ کو پتھر کے درجہ میں نہیں گراتا، بلکہ وہ پتھر کو اللہ کے رتبے تک بلند کردیتا ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿ تَٱللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ۝٩٧ إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴾

[الشعراء: ٩٧-٩٨]

”قسم اللہ کی! یقینا ہم تو کھلی غلطی پر تھے ☆جبکہ تمہیں رب العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے“۔ اور جس نے اللہ کو گالی دی اس نے تو اللہ کو پتھر کے رتبہ سے بھی نیچے اتار دیا۔

اللہ کو گالی دینا کفر عظیم ہے، اور ایمان کی طرح کفر بھی گھٹتا وبڑھتا رہتاہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿ إِنَّمَا ٱلنَّسِىٓءُ زِيَادَةٌ فِى ٱلْكُفْرِ ﴾ [التوبة: ٣٧]

”مہینوں کو آگے پیچھے کر دینا کفر میں زیادتی ہے“۔ اور ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بَعۡدَ إِيمَٰنِهِمۡ ثُمَّ ٱزۡدَادُواْ كُفۡرٗا لَّن تُقۡبَلَ تَوۡبَتُهُمۡ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلضَّآلُّونَ ﴾ [آل عمران: ٩٠]

”بیشک جو لوگ اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کریں، پھر وہ کفر میں بڑھ جائیں، ان کی توبہ ہرگز ہرگز قبول نہ کی جائے گی، اور یہی گمراہ لوگ ہیں“۔

لیکن یاد رہے کہ کفر کے گھٹنے اور بڑھنے سے اسے جہنم سے نہیں نکالا جائے گا، ہاں یا تو اس کی وجہ سے عذاب بڑھا دیا جائے گا یا اس میں تخفیف کر دی جائے گی، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَصَدُّواْ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ زِدۡنَٰهُمۡ عَذَابٗا فَوۡقَ ٱلۡعَذَابِ بِمَا كَانُواْ يُفۡسِدُونَ ﴾ [النحل: ٨٨]

”جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انھیں عذاب پر عذاب بڑھاتے جائیں گے، یہ بدلہ ہو گا ان کے فتنہ پردازیوں کا“۔

اور ہم کسی کے جنتی یا جہنمی ہونے کی گواہی نہیں دے سکتے، سوائے ان کے جن کی گواہی اللہ اور اس کے رسول نے دی ہے، اور ہم اس کی گواہی دیتے ہیں کہ جو مؤمن بن کر مرا ہے وہ اہل جنت میں سے ہے، اور جو کافر بن کے مرا ہے وہ اہل جہنم میں سے ہے۔

سولہویں فصل

حریت کی اصل حقیقت یہ ہے کہ بندہ تمام چیزوں کی بندگی سے نکل کر صرف اللہ کی بندگی کرے ، اور حریت و آزادی کا یہ مفہوم کہ وہ حکم الہی سے آزاد ہو جائے تو یہ نفس پرستی اور خواہش پرستی کے سوا کچھ نہیں ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿ أَفَرَءَيْتَ مَنِ ٱتَّخَذَ إِلَٰهَهُۥ هَوَىٰهُ وَأَضَلَّهُ ٱللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِۦ وَقَلْبِهِۦ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِۦ غِشَٰوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِنۢ بَعْدِ ٱللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴾ [الجاثية: ٢٣]

”کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کردیا ہے، اور اس کے کان اوردل پر مہر لگادی ہے، اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے، کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے“۔

اور جو انسان کے لئے یہ جائز کردے کہ وہ جو چاہے کرے اور جو چاہے کہے، اور جیسا چاہے اور جب چاہے اپنی مرضی سے کرے، تو گویا اس نے اس کی خواہش اور اس کے شیطان کے لئے اس کی بندگی کومان لیا، حقیقت یہ ہے کہ انسان بندہ بنایا گیا ہے، چنانچہ اگر وہ اللہ کی بندگی نہ کرے تو وہ اللہ کے علاوہ کا بندہ بن ہی جاتا ہے، اور اس سے کوئی چارہ کار نہیں ۔

اگر اس روئے زمین پر کوئی ایک ہی انسان ہوتا تو اللہ اس پر قتل، تہمت طرازی، اور زنا کا حد مقرر نہ کرتا، اور نہ ہی شرم گاہوں سے نگاہیں نیچے رکھنے کا، اور میراث کا حکم فرماتا، اورنہ ہی اس پر زنا اور رسود وغیرہ حرام قرار دیتا، لیکن یہ فرضیت اس کے ساتھ اسی کے جنس سے غیروں کے موجود ہونے کی وجہ سے ہے، تو جب بھی اس کے غیر کی تعداد میں اضافہ ہوگا، تو زندگی کی ضابطگی میں اتنا ہی اضافہ ہوگا۔ایسے ہی اگر چاند تنہا ہوتا تو اللہ تعالی اسے اس نظام کونی کے ساتھ تیرنے والا نہ بناتا، مگر اس لئے کہ وہ سورج، زمین اور ستاروں کے گردش کے ساتھ منضبط ہو جائے، اور افلاک میں جتنی تعداد بڑھے گی اسی اعتبار سے ضابطگی میں اضافہ ہوگا۔ اللہ کا فرمان ہے:

﴿يُغْشِي ٱلَّيْلَ ٱلنَّهَارَ يَطْلُبُهُۥ حَثِيثًا وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ وَٱلنُّجُومَ مُسَخَّرَٰتٍۭ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ أَلَا لَهُ ٱلْخَلْقُ وَٱلْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾ [الأعراف: ٥٤]

”وہ رات سے دن کو اپنے طور پر چھپا دیتا ہے کہ وہ رات اس دن کے پیچھے لپکی چلی آتی ہے، اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا، ایسے طور پر کی سب اس کے حکم کے تابع ہیں، یاد رکھو اللہ ہی کے لئے ہے خالق ہونا، اور حاکم ہونا، بڑا ہی بابرکت ہے اللہ جو تمام عالم کا پرور دگار ہے“۔

اور دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:

﴿لَا ٱلشَّمْسُ يَنۢبَغِى لَهَآ أَن تُدْرِكَ ٱلْقَمَرَ وَلَا ٱلَّيْلُ سَابِقُ ٱلنَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِى فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾ [يس: ٤٠]

”نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے، اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے، اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں“۔

دین اور دنیا کو مضبوط بنانے کی خاطر اسلام کے احکام آئے ہیں، اور جس نے بھی حکم الٰہی سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے اپنے نفس کے لئے جائز ٹھہرایا وہ اللہ کی سزا کا مستحق قرار پایا۔

اسلام میں داخل ہونا حتمی ہے اور اسلام سے نکل جانا ارتداد ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُوْلَٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَٰلُهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ ۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ﴾ [البقرة: ٢١٧]

”اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں، اور کفر کی حالت پر مریں، ان کے اعمال دنیوی و اخروی سب غارت ہو جائیں گے، یہ لوگ جہنمی ہوں گے، اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے“۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ، فَاقْتُلُوهُ»

”جو اپنا دین بدل لے اس کو قتل کر دو“۔(بخاری:۲۸۵۴)۔

اور اللہ کی بندگی ہی انسان کی پیدائش اور اس کے وجود کا مقصد ہے، اس لئے جس نے اس سے خروج کو جائز قرار دیا تو گویا اس کا یہ ایمان ہے کہ بندگی مقصد وجود نہیں، تو بھلا بتائے کہ حکومتی و قانونی سطح پر وہ نظام دنیا سے خروج کو جائز قرار نہیں دیتا، اور اللہ کی عبودیت و بندگی سے خروج کو جائز قرار دیتا ہے! ایسا دل میں پیدائش کے ایجاد کے مقصد کی کمزوری کی بنا پر ہے یا دل سے اس مقصد کے ختم ہو جانے کی وجہ سے ہے، حالانکہ اللہ نے اسے واضح طور پر بیان فرمایا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاريات: ٥٦]

”میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں“۔

جس نے انس و جن کو اس دنیا میں اپنی عبادت کی خاطر وجود بخشا ہے وہی انھیں آخرت میں حساب اور ثواب و عذاب کے لئے دوبارہ وجود میں لائے گا، اللہ ہماری حالت و انجام میں بہتری پیدا فرمائے۔

وصلى الله و سلم على نبيه، ومن اتبع.

فہرست مضامین

پہلی فصل	7
دوسری فصل	13
تیسری فصل	17
چوتھی فصل	21
پانچویں فصل	29
چھٹی فصل	35
ساتویں فصل	41
آٹھویں فصل	47
نویں فصل	53
دسویں فصل	59
گیارہویں فصل	63
بارہویں فصل	67
تیرہویں فصل	71
چودہویں فصل	75
پندرہویں فصل	81
سولہویں فصل	83

IslamHouse.com

IslamHouseOr IslamHouseOR/ islamhouse.com/or/

IslamHouseOr/

For more details visit
www.GuideToIslam.com

GUIDE TO ISLAM

contact us :Books@guidetoislam.com

GuidetoIslam.org Guidetoislam1 Guidetoislam www.Guidetoislam.com

المكتب التعاوني للدعوة وتوعية الجاليات بالربوة

هاتف: ٠٠٩٦٦١١٤٤٥٤٩٠٠+ فاكس: ٩٦٦١١٤٩٧٠١٢٦+ ص ب: ٢٩٤٦٥ الرياض: ١١٤٥٧

ISLAMIC PROPAGATION OFFICE IN RABWAH

P.O.BOX 29465 RIYADH 11457 TEL: +966 11 4454900 FAX: +966 11 4970126

مختصر اسلامی عقیدہ

کتاب فصول فی العقیدہ رسالہ شامیہ کا ایک جزء ہے جسے شیخ عبدالعزیز بن مرزوق الطریفی نے اہل شام کے لئے لکھا ہے، نصاری کے سر زمین شام پر غاصبانہ قبضہ کے بعد اسلام کے اصول و فروع میں کافی تبدیلی رونما ہوجانے اور اس کے پاداش میں باطنی فرقہ کے وجود میں آنے سے عقائد میں کافی گڑبڑی ہوئی، اس لئے ان کی اصلاح کی خاطر عقائد کے اہم موضوعات کو اس کتاب میں شامل کیا گیا، جیسے اسلام و ایمان کی صحیح تعریف، بندوں پر اللہ کے حقوق، ایمان و کفر کا معنی، صفات الہی، قرآن اللہ کا کلام ہے، تقدیر، جماعت سے جڑے رہنا، فضائل صحابہ، اور آخرت کے متعلق بھی مختصر گفتگو ہوئی ہے، اس کتاب کی اہم خوبی یہ ہے کہ بہت ہی نرالے انداز میں دلیل کی روشنی میں بات پیش کی گئی ہے۔

IslamHouse.com